صرف احمدی نوجوانوں کے لئے

مارچ ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر
سیّد مبشر احمد ایاز

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ...... (بنی اسرائیل)

شرفِ انسانیت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیئے تشریف لائے تھے۔ اُمتِ مُسلمہ کے لیئے بالخصوص اور کُل عالم کے لیئے بالعموم آپؐ کا اُسوۂ حسنہ قابلِ پیروی ہے۔ **ایک انسان کا دوسرے انسان سے پہلا رشتہ انسانیت کا ہی ہے۔**

درج ذیل حدیث حضورؐ کے اسی بُنیادی انسانی رشتہ کے احترام کی آئینہ دار ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِہٖ جَنَازَۃٌ فَقَامَ فَقِیْلَ لَہٗ اَنَّھَا جَنَازَۃُ یَھُوْدِیٍّ فَقَالَ اَلَیْسَتْ نَفْسًا۔ (بخاری۔ کتاب الجنائز باب عن قام لجنازۃ یھودی)

ترجمہ:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ آپؐ (احتراماً) کھڑے ہوگئے۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا یہودی انسان نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

مارچ 1993ء

امان 1372ھش

جلد 40 شمارہ 5 قیمت 4 روپے

*

ایڈیٹر سید مبشر احمد ایاز

*

پبلشر۔مبارک احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد
دارالصدر جنوبی ربوہ

اس شمارے میں آپ کے لئے

صرف احمدی احباب کے لئے

اداریہ

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے

23 مارچ 1989ء کا دن۔ قادیان کی ایک گمنام بستی کا باشندہ لدھیانہ میں نزول فرما تھا۔ خدا کے حکم سے تجدید دین کے لئے مبعوث ہو کر دین کے جانثاران کی بیعت لی جا رہی تھی۔ 40 کے قریب شخص اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر دین حق کی سربلندی کے لئے سب کچھ قربان کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ اس طرح سے یہ ایک تخم تھا جو خدا کے حکم سے اور خدا کے ہاتھوں سے بویا گیا۔ اس کے بعد اس پر حوادث کی آندھیاں چلیں۔ نفرتوں اور بغضوں اور حسد اور کینوں کے طوفان اٹھائے گئے۔ مصیبتوں اور ہلاکتوں کے پیروں تلے اس بیج کو روندا گیا لیکن ہوا وہی جس کا خداوند نے فیصلہ کیا تھا۔ یہ بیج بڑھا اور پھلا اور پھولا اور کوئی اس کو روک نہ سکا۔

حضرت قدس کے اس درخت کی شاخیں قادیان سے نکل کر برصغیر ہندو پاک میں پھیلیں اور پھر یہ تن آور درخت بنتا گیا یہاں تک کہ ساری دنیا پر محیط ہو گیا اور اب اس درخت پر لاکھوں بندگان خدا، توحید حقیقی کے پرستار اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار بسیرا کر رہے ہیں۔

دنیا کے درندوں اور دنیا کی ہولناک آفتوں اور ہلاکتوں سے بچانے کے لئے یہ ایک محفوظ پناہ گاہ ہے۔ یہ ایک حصن حصین ہے اور عافیت کا حصار ہے۔ تمام بنی نوع انسان کے لئے صلح، امن اور آشتی اور "محبت سب کے لئے اور نفرت کسی سے نہیں" کا عالمی پیغام ہے جو بانی سلسلہ احمدیہ مخلوق خدا کے لئے لے کر آئے۔

برسہا برس سے جس موعود کا انتظار کیا جاتا رہا تھا وہ آگیا۔ جس کو کہیں کرشن، کہیں بدھ اور کہیں زرتشت کے نام سے یاد کیا جا رہا تھا اور اس کا انتظار ہزاروں سال سے جاری تھا۔ جو کسی کے لئے ابن مریم تھا اور کسی کے لئے مہدی بلکہ امام مہدی تھا۔

اب وہ ایک نعمت خداوندی بن کر نازل ہو چکا تھا۔ زمین اور آسمان اس کے استقبال کے لئے جان و دل فرش راہ کئے ہوئے تیار کھڑے تھے کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے اسے بھیجا تھا۔ پہلے سے بتائی ہوئی پیش خبریوں اور الہی نوشتوں کی باتیں پوری ہو رہی تھیں۔ زمین پر دابۃ الارض کا خروج ہوا تو آسمان پر سورج

اور چاند کو رمضان کے مہینہ میں گرہن لگا۔ مہدی کی صداقت کے لئے نشانات کی بارش ہونے لگی۔ قرآنی معارف، اعجازی تحریر اور قوت بیان، قبولیت دعا اور شفاء امراض جیسے ہزاروں نشانات خدا کی تائید و نصرت کے ساتھ ظاہر ہونے لگے تاکہ بندگان خدا کو راہ راست پر لایا جاسکے۔

خدا کی یہ تائید و نصرت اور نشانات و معجزات کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ اب جاری و ساری ہے اور اس سطح ارض پر ہر روز طلوع ہونے والا سورج احمدیت..... کی صداقت کا ایک نشان بن کر طلوع ہوتا ہے کیونکہ خدا کی باتیں جو بانی سلسلہ احمدیہ کی معرفت بتائی گئیں تھیں وہ پوری ہوتی چلی جا رہی ہیں اور زمین اب بھی کبھی سیلابوں کے ذریعہ اور کبھی دوسری آفات و مصائب کے ذریعہ گم کردہ راہوں اور بھٹکی ہوئی روحوں کو خدا کے پیارے اور اس کے پیارے پیغام کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔

اور اب تو مہدی کا جانشین جب سیٹلائٹ کے ذریعہ ساری دنیا میں خطبہ جمعہ کے لئے، توحید و رسالت کا پیغام دینے کے لئے ظاہر ہوتا ہے تو آسمان سے آتی ہوئی یہ صدا دل کے دروازوں سے ٹکراتی ہے کہ "ھٰذا خلیفۃ اللہ المھدی" کہ دیکھو خدا کا خلیفہ آگیا ہے۔ خدا کے مہدی کا خلیفہ آگیا۔ وہ موعود اور منتظر امام آچکا۔ اور ابن مریم گویا آسمان سے نازل ہو رہا ہے۔ پس اے دیکھنے والو متوجہ ہو! اور اے سننے والو سنو!! اپنے دل کی کھڑکیاں کھولو اور اطاعت و فرمانبرداری اور تصدیق و قبولیت کی سیڑھیاں لگاؤ اور اس کو اپنے دل میں اتارو تا اس کو قبول کر کے تم خدا کے پاک اور سعید بندوں کی صف میں شمار ہو جاؤ اور مردانِ خدا میں جگہ پاؤ۔

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمین آمد امامِ کامگار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

دعوت الی اللہ کے گر

قفل کھل گئے

(مرسلہ:- مہتمم اصلاح وارشاد)

۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے۔ حیدر آباد دکن کے ایک مخلص احمدی محترم نواب اکبر یار جنگ بہادر ہائیکورٹ میں جج کے عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی مدت ملازمت ختم ہونے پر انہیں ایک سال کی توسیع ملی تھی مگر یہ مدت بھی قریب الاختتام تھی اور انہوں نے مزید توسیع کیلئے نظام حیدر آباد کو درخواست دی تھی۔ مگر اس عہدے کے بہت سے امیدوار تھے اور احمدی ہونے کی وجہ سے نواب صاحب کی بہت مخالفت ہو رہی تھی اور بڑے بڑے ارکان حکومت اور وزراء اور علماء اس مخالفت میں شریک تھے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی ان ایام میں حیدر آباد دکن میں تھے۔ نواب صاحب نے اس صورت حال کا ذکر حضرت مولانا سے کیا اور دعا کی درخواست کی۔ احمدیت کی غیرت اور سلسلہ کی عزت کے احساس سے حضرت مولانا کا دل جوش سے بھر گیا اور انہوں نے دیر تک نہایت تضرع اور خشوع و خضوع سے دعا کی جس پر انہوں نے کشفاً دیکھا کہ ایک دروازہ دو قفلوں سے بند ہے اور حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ لگاتے ہی دونوں قفل کھل گئے اور اس کشف کی یہ تعبیر ہوئی کہ نواب صاحب کو دو سال کی مزید توسیع مل جائے گی۔ بظاہر حالات دو سال تو کیا ایک سال کی توسیع بھی مشکل نظر آتی تھی۔ اور فیصلہ سے آٹھ دن قبل بھی رپورٹس نہایت مایوس کن تھیں اور سب لوگ سر توڑ مخالفت میں لگے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا صاحب نے پھر دعا کی تو پہلی خوشخبری کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دہرایا گیا اور جوں جوں مخالفت بڑھتی گئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطمینان دلایا جاتا رہا اور ایک کشف یہ دیکھا کہ نظام دکن نے لکھا

"نواب اکبر یار جنگ کو دو سال کی توسیع دی جاتی ہے"

بالآخر نواب صاحب فیصلہ کیلئے نظام دکن کے پاس حاضر ہوئے اور ساتھ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے منظوم فارسی کلام پر مشتمل کتاب "درثمین" فارسی تحفہ کے طور پر ساتھ لے گئے۔ جب نواب صاحب وہاں پہنچے تو نظام دکن کسی خادم کی غلطی پر سخت خفا ہو رہے تھے اس پر نواب صاحب کو اور بھی فکر پیدا ہوئی لیکن جب انہوں نے فیصلہ کیلئے عرض کیا تو نظام دکن نے نواب صاحب کیلئے مزید دو سال توسیع کا حکم جاری کر دیا اور دو چار منٹ میں فارغ کر دیا۔ یہ واقعہ بہت سے لوگوں کیلئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوا اور نواب صاحب کی بیگم صاحبہ جو پہلے احمدی نہ تھیں یہ نشان دیکھ کر احمدی ہو گئیں۔ (حیات قدسی جلد ۳ صفحہ ۴۴)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور ہمدردیٔ خلق

"ہمارا یہ اصول ہے کہ کُل بنی نوع کی ہمدردی کرو"

(مضمون نگار:۔ مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب سجاد)

"ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی ہے اور یہ نہیں اٹھتا کہ آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کو چھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے.........میں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں......" (سراج منیر صفحہ 28)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ"۔ (کشتی نوح)

حضرت مسیح موعود...... کی ذات میں یہ صفت اپنے ہشت پہلوؤں میں کمال شان کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اس وقت آپ کے اسی کریمانہ خلق کی چند جھلکیاں پیش کرنا مقصود ہے۔ جس کا وسیع تر مضمون غریب اور بے کس لوگوں اور بیوہ عورتوں پر بے پایاں شفقت سے لے کر اپنے خدا سے غفلت کے نتیجہ میں مصائب میں مبتلاء ہونے والوں سے ہمدردی اور انہیں اس بلا سے چھڑانے کی انتہائی سعی تک ممتد ہے۔

ہم آپ کو کبھی بے سہارا لوگوں کی مدد کرتے دیکھتے ہیں اور کبھی غرباء کو مفت دوا دیتے ہوئے پاتے ہیں۔ کبھی آپ بے کس عورتوں کی لمبی داستانیں بغیر اکتائے سنتے نظر آتے ہیں اور کبھی اپنا کام چھوڑ کر "فی اعانت اخیہ" دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ

سیالکوٹ میں ملازمت کے دوران جن کے گھر میں آپ کی رہائش تھی ان کی روایت ہے کہ:۔

"جو تنخواہ مرزا صاحب لاتے محلہ کی بیوگان اور محتاجوں کو تقسیم کر دیتے۔ کپڑے بنوا دیتے یا نقد تقسیم کر دیتے اور صرف کھانے کا خرچ رکھ لیتے"۔ (سیرۃ المہدی جلد سوم صفحہ [illegible])

علم طب میں آپ کو بہت درک تھا- آپ بہت سی دوائیں تیار کر کے رکھتے جو ایک صندوق میں پڑی ہوتی تھیں- اور غرباء اور ضرورت مندوں کو بلامعاوضہ دیا کرتے تھے-

گاؤں کی عورتیں کبھی مدد کے لئے اور کبھی دوا لینے کے لئے آتیں تو لمبی لمبی کہانیاں بھی سناتیں- آپ جو اہم قومی کام کر رہے ہوتے تھے اس کا حرج ہوتا مگر کسی کو اٹھایا نہیں- کبھی تنگ نہیں پڑے- خدا کی مخلوق سے ہمدردی کے ساتھ ساتھ لاتسئم من الناس کا حکم جو تھا-

حرم حضرت اقدس حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا کا بیان ہے کہ:-

"ایک دفعہ مرزا نظام الدین کو سخت بخار ہوا جس کا دماغ پر بھی اثر تھا- اس وقت کوئی اور طبیب یہاں نہیں تھا- مرزا نظام الدین صاحب کے عزیزوں نے حضرت صاحب کو اطلاع دی- آپ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور مناسب علاج کیا- اس وقت باہمی سخت مخالفت تھی"-

(سیرۃ المہدی- جلد دوم صفحہ 27)

یہ وہی نظام الدین صاحب ہیں جن کی عداوت اور حضور کی شفقت کا ایک عجیب واقعہ اور بھی ہے کہ انہوں نے حضور کے مکان اور بیت کے درمیان دیوار کھینچ دی اس سے حضور اور زائرین و احباب کو بڑی تکلیف پہنچی- آخر مقدمہ کر کے اس دیوار کو ہٹوایا گیا-

مقدمہ جیتنے پر حضور کے وکیل نے حضور کی اجازت کے بغیر بلکہ آپ کو اطلاع دیئے بغیر وصولی اخراجات کا مقدمہ مرزا نظام الدین صاحب وغیرہ پر کر دیا اور عدالت سے نالش ہو گئی- مگر وہ اس کی ادائیگی کی استطاعت نہ رکھتے تھے- لاچار بڑی عاجزی سے حضور کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ اس بری طرح سے تو ذلیل نہ کرائیں- حضور کو سارا واقعہ معلوم کر کے بے حد افسوس ہوا اور اپنے وکیل پر سخت ناراض ہوئے کہ کیوں میری اجازت کے بغیر ایسا مقدمہ کیا گیا- اور فرمایا "اسے ابھی واپس لو" اور مرزا نظام الدین صاحب وغیرہ کو لکھ بھیجا کہ بے فکر رہیں- آپ [illegible] ہرجانہ یا اخراجات وصول نہ کئے جائیں گے- اور اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ میرے علم کے بغیر ایسا تکلیف دہ واقعہ ہوا ہے"-

اغیار بلکہ دشمنوں سے ہمدردی کی ایسی مثال کیا خدا کے مامور کے سوا کسی اور کے نصیبہ میں ہو سکتی ہے-؟

قادیان کے آریہ عام طور پر اور ان میں سے بڈھا مل نامی حضور کے الطاف کا خاص طور پر مورد رہا- مگر ناشکری کی یہ حد تھی کہ منارۃ المسیح کی تعمیر کے وقت ان لوگوں نے حکومت سے شکایت کی کہ اس طرح ہمارے گھروں کی بے پردگی [illegible] - یہ معاملہ اس درجہ نازک صورت اختیار کر گیا کہ آخر حکومت نے تحصیلدار بٹالہ کو تحقیقات کے لئے مقرر کیا- وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تفصیل سے اسے ساری بات سمجھائی اور آخر پر فرمایا:-

مجھے ان لوگوں پر بار بار افسوس آتا ہے کہ ہمارے دل میں تو ان کی ہمدردی ہے بیماریوں میں ہم ان کا

علاج کرتے ہیں۔ ان کی ہر ایک مصیبت میں شریک ہوتے ہیں۔ انہی سے پوچھا جاوے کہ کبھی ان کے مذہبی معاملات میں میں نے ان سے تفتیش کی ہے۔ اب میں ایسا فعل کیوں کرنے لگا۔ اور فرمایا:۔

"یہ بڑا حامل کھڑا ہے۔ اس سے پوچھیں کہ کیا کبھی کوئی ایسا موقعہ آیا کہ ہے کہ میں اسے فائدہ پہنچا سکوں اور میں نے کوئی کوتاہی کی ہو۔ اور اس سے یہ بھی پوچھ لیں کہ کیا کبھی مجھے تکلیف دینے کا کوئی موقعہ آیا ہے جس پر اس نے کوئی کمی کی ہو" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 129)

بنی نوع انسان سے سچی ہمدردی کا ایک اور واقعہ ہے جس نے میرے دل کو موہ لیا ہے۔ شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم بدزبان، گندہ ذہن آریہ لیکھرام آخر آپ کی ہی پیشگوئی کے نتیجہ میں واصل جہنم ہوا۔ مگر اس کی جواں مرگ پر آپ کو بڑا دکھ بھی تھا آپ فرماتے ہیں:۔

"با ایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے ایک انسان کی جان جانے سے توہم دردمند ہیں اور خدا کی ایک پیشگوئی پوری ہونے سے ہم خوش بھی ہیں ..... ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا، زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا اور میں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا۔ وہ خدا جس کو میں جانتا ہوں اس سے کوئی بات انہونی نہیں"۔ (سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 28)

خدا کے مامور کی تکذیب اور اس سے استہزاء حد کو پہنچ جائے تو مکذبین گرفتار بلا کئے جاتے ہیں۔ صحف سابقہ اور آپ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہندوستان میں طاعون پھوٹ پڑی جس نے پورے ملک میں تباہی مچادی۔ 6 فروری 1898ء کو آپ پر انکشاف کیا گیا کہ پنجاب میں بھی اس کا شدید حملہ ہونے والا ہے۔ اس پر آپ نے بنی نوع کی ہمدردی کے جذبہ سے ایک اشتہار شائع فرمایا اور اس میں تحریر فرمایا کہ:۔

"........اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارہ میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے:۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا مابانفسھم. انہ اوی القریہ

یعنی جب تک دلوں کی وباء معصیت دور نہ ہو تب تک ظاہری وباء بھی دور نہ ہوگی۔ یہ تقدیر ایسی ہے کہ دعا صدقات اور خیرات اور اعمال صالحہ اور توبہ نصوحہ سے ٹل سکتی ہے۔ اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں عام لوگوں کو اس سے اطلاع دوں"۔ (تبلیغ رسالت۔ جلد ہفتم صفحہ 6)

آپ کی ہمدردی نے زبانی تلقین پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ اس وقت ڈھائی ہزار روپیہ کے زر کثیر کے صرف سے ایک دواء تریاق الٰہی کی بنا کر مریضوں میں مفت تقسیم کرائی۔ جو جہاں بھی استعمال کی گئی خدا کے فضل سے فائدہ ہوا۔

یہ تو دوسروں سے معاملہ تھا۔ اپنے دوست

احباب سے محبت اور شفقت عجیب رنگ رکھتی تھی۔ دوست کی کیا قدر و قیمت آپ کی نظر میں تھی اور آپ کیسا محبانہ جذبہ رکھتے تھے۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:۔

"ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومہ لائم کے اس اٹھا کر لے آئیں گے......... دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے"۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 8)

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ فرمایا کہ جب اسے ہوش آنے لگے گا تو اس جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ تاکہ اسے ندامت اور شرمندگی نہ ہو۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے۔ کیسی محبت ہے اور مستزاد یہ کہ دوسروں کے جذبات کا کیسا خیال ہے؟ کسی کی محبت کا خاص خیال فرماتے۔

اکتوبر 1905ء کے آخر پر حضور دہلی تشریف لے گئے۔ جاتی دفعہ کسی وجہ سے اہل لدھیانہ شرف زیارت سے محروم رہے۔ حضور کو اس کا بڑا خیال تھا۔ جماعت لدھیانہ نے مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی کو خاص طور پر دہلی بھجوایا کہ حضور کی خدمت میں جماعت لدھیانہ کی طرف سے درخواست دعوت پیش کریں۔ حضور پہلے ہی فرما چکے تھے کہ جاتی دفعہ ہم لدھیانہ ضرور ٹھہریں گے۔ چنانچہ واپسی پر حضور نے ان کی محبت کو قبول کرتے ہوئے لدھیانہ میں دو دن قیام فرمایا۔

(حیات طیبہ صفحہ 302)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل کی روایت ہے کہ:۔

"حضرت مسیح موعود کے اخلاق میں بعض باتیں خاص طور پر نمایاں تھیں۔ اور ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ کبھی کسی کی دل شکنی کو پسند نہیں فرماتے تھے"۔

(سیرت المہدی جلد سوم صفحہ 23 روایت نمبر 500)

سید محمد علی شاہ صاحب کی روایت ہے کہ:۔

"ایک مرتبہ میرے ایک شاگرد نے مجھے شیشم کی ایک چھڑی بطور تحفہ دی۔ میں نے خیال کیا کہ میں اسے حضور کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرونگا۔ قادیان پہنچ کر صبح کے وقت جب حضور سیر سے واپس تشریف لائے، وہ چھڑی پیش کردی۔ حضور کے دست مبارک کی چھڑی میری پیش کردہ چھڑی سے بدرجہا خوبصورت اور نفیس تھی۔ مجھے خیال گزرا کہ شاید میری چھڑی قبول نہ ہو مگر حضور نے کمال شفقت سے اسے قبول فرما کر دعا کی۔ بعد ازاں تین چار روز تک اسے ہاتھ میں لے کر سیر کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔ جسے دیکھ کر میرے دل کو تسکین و اطمینان حاصل ہوا"۔ (سیرۃ المہدی صفحہ 42 روایت نمبر 549)

فخر قوم لیڈر "حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ کو سخت سر درد ہو رہا تھا اور میں بھی اندر آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ اور پاس حد سے زیادہ شور و غل برپا تھا۔ میں نے عرض کیا جناب کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی؟ فرمایا ہاں اگر چپ ہو

جائیں تو آرام ملتا ہے میں نے عرض کیا۔ تو جناب کیوں حکم نہیں کرتے؟ فرمایا۔ آپ ان کو نرمی سے کہہ دیں میں تو کہہ نہیں سکتا"۔ (سیرۃ مسیح موعود صفحہ 22)

یہی فدائی عاشق مولانا عبدالکریم صاحب ہی تھے اور خود آپ ہی کا بیان ہے کہ:۔

"آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے جون کا مہینہ تھا اور اندر کا مکان نیا نیا بنا تھا۔ میں نے دوپہر کے وقت چارپائی وہاں بچھائی ہوئی تھی اس پر لیٹ گیا۔ حضور ٹہل رہے تھے۔ میں ایک دفعہ جاگا تو فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا۔ آپ کیوں اٹھے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سوئے رہوں؟ مسکرا کر فرمایا۔ میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے۔ انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے"۔

ملاحظہ فرمائیے کس طرح خادم عاشق کو مخدوم معشوق بنایا گیا ہے۔ اپنے آرام کی دفعہ تو بچوں کو منع نہیں کیا مگر اپنے پیارے کے آرام کے لئے پہرہ دے رہے ہیں۔

آپ کی ہمدردی سے اولاد و احباب نے بھی خوب خوب حصہ لیا۔ اور اسی ہمدردی کے تقاضا کے ماتحت آپ نے ان کے لئے دعائیں کیں اور خوب کیں۔ اور احباب اور جماعت کے لئے دعائیں کیں۔ فرمایا کہ میں اپنے اور اپنی اولاد کے لئے دعا کے بعد۔

"پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام (دعا کرتا ہوں) اور ان سب کے۔ لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں، خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ (سیرت مسیح موعود صفحہ 37)

آپ کی سچی ہمدردی صرف دعا کرنے تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آپ نے بنی نوع انسان پر شفقت کی وجہ سے خود انہیں مقبول دعائیں کرنے اور براہ راست خدا سے تعلق قائم کرنے کا طریقہ سکھا دیا۔ فرماتے ہیں:۔

"سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال میں ایک قانون بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں۔ کیونکہ وہ مردود ہیں۔ لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا۔"
(کشتی نوح صفحہ 30)

آپ کو لوگوں کے عقائد، اور پھر حیات اخروی سنوارنے کی بھی بڑی فکر تھی۔ گویا آپ کی ہمدردی خلق نے اس جہان سے اس جہان تک بنی نوع کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

اسی مقصد کے لئے آپ نے بے شمار مضامین، اشتہارات اور کتب کا قیمتی خزانہ مخلوق خدا کی ہمدردی کے تحت شائع فرمایا۔ اگر ان سب کا خلاصہ نکالا جائے تو یہی ہوگا کہ کسی طرح مخلوق خدا کی دنیا و آخرت سنور جائے"۔

مخلوق خدا اپنے پیدا کرنے والے سے غفلت کے

نتیجہ میں طرح طرح کے دکھوں اور مصائب میں گرفتار تھی۔ آپ کے قلب اطہر پر اس کا بہت اثر تھا۔ تقریر و تحریر کے ذریعہ انہیں بیدار کرتے رہتے تا اپنے دکھوں سے نجات پائیں۔ اس بارہ میں آپ کے دل میں ہمدردی خلق کا جذبہ موجزن تھا اس کا اندازہ آپ کی اس تحریر سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوش خبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں"۔

اسی ہمدردی کے حقیقی محرک کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا چاندی ہے وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا اور اسکو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر ہونا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا پس اس قدر قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقرو فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے ان کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ ان کے دامن استعداد پر ہو جائیں" (اربعین نمبر 1)

اپنی معروضات کا اختتام حضور کی ایک تقریر کے اقتباس پر کرتا ہوں جس میں حضور نے ہم سے اپنی ہمدردی کے نتیجہ میں ہمیں اعلیٰ اخلاقی تبدیلی کیطرف توجہ دلائی ہے۔

30 دسمبر 1897 کو جلسہ سالانہ کے آخری روز خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو اپنے اخلاق سیئہ کو چھوڑ کر عادات ذمیمہ کو ترک کر کے خصائل حسنہ کو لیتا ہے اس کیلئے وہی کرامت ہے پس تم میں سے کون ہے جو نہیں چاہتا کہ کرامتی بن جاوے میں جانتا

بقیہ ص 24 پر

دوسری قسط

عبادتوں کی معراج

رمضان کی تین اجتماعی عبادات!

نماز تہجد، اعتکاف، لیلۃ القدر

(مضمون: سید مبشر احمد ایاز۔ مدیر خالد)

رمضان کے مبارک مہینے کو عبادتوں سے ایک خاص تعلق ہے۔ بلکہ عبادتوں کی معراج اگر رمضان کو کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہے۔ اور روزہ تو عبادتوں کا دروازہ ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"ہر چیز کا ایک دروازہ ہوتا ہے اور عبادت کا دروازہ روزے ہیں" (جامع الصغیر)

انہی عبادات کے نتیجہ میں اللہ کے فضل سے انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کا لقا نصیب ہوتا ہے جو روزے کا اصل مقصد اور انسانی پیدائش کا بھی اصل مقصد ہے۔ اور پھر کیا ہی اچھا ہو رمضان کے دوران بجالانے والی یہ عبادات ایسے گہرے نقوش پیدا کر جائیں اور عبادات کی ایسی عادتیں راسخ ہو جائیں کہ سارا سال عبادتوں کا یہ جشن جاری رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث اپنی پوری شان میں ہماری زندگیوں میں جلوہ گر ہو کہ جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بن جاتا ہے" اور دار قطنی کی ایک حدیث ہے کہ:۔

اذا سلم رمضان سلمت السنۃ

کہ جب رمضان سلامتی سے گزر جائے تو سمجھو کہ سارا سال سلامت ہے۔

پس اس سارے سال کی سلامتی کو اپنے حق کے لئے محفوظ کریں اور رمضان کو اس کے مطابق گزاریں جس طرح کہ حق ہے۔ رمضان کی عبادتوں کو ان کی شرائط کے مطابق بجالائیں۔ زیر نظر مضمون میں تین ایسی عبادتوں کا ذکر کرنا

مقصود ہے جو اجتماعی رنگ بھی اپنے اندر لئے ہوئے ہیں اور یہ اجتماع بھی ہے کہ ایک ہی مہینہ میں یہ اکٹھی نصیب ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک قیام اللیل یعنی نماز تہجد ہے۔ دوسری اعتکاف ہے اور تیسری لیلۃ القدر کی عبادت ہے۔

لَیْلَۃُ الْقَدْر

یہ رات آج کی لیلائے عالم آرا ہے
ہزار صُبحوں نے اس رات کو سنوارا ہے

ہزار مہینوں سے بہتر متبرک اور بزرگ رات

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لیلۃ القدر کو بہترین رات قرار دیا ہے۔ لیلۃ القدر سے مراد مامور کا زمانہ بھی ہوتا ہے۔ ہر فرد کی حقیقی اور مقبول توبہ کی گھڑی کو بھی صوفیا نے اس کی لیلۃ القدر قرار دیا ہے۔ امت کی ایک اجتماعی عمومی لیلۃ القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رات آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک ہوتی ہے۔ یہ انوار وافضال اور رحمتوں اور برکتوں کی رات ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس رات کی عظمت کے بارے میں فرمایا:۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ یہ مہینہ تمہارے پاس آیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ جو شخص اس رات سے فائدہ نہ اٹھا سکا وہ تمام خیر سے محروم ہوا اور اس کی خیر و برکت سے سوائے محروم انسان کے کوئی خالی نہیں رہتا۔ (ابن ماجہ)

لیلۃ القدر عزت والی رات اس لحاظ سے بھی ہے کہ قرآن عظیم جیسی شان والی کتاب کا نزول اس رات میں ہوا۔ اور اس اعتبار سے قرآن کریم میں اسے لیلہ مبارکہ بھی کہا گیا ہے۔ یعنی ہم نے قرآن کو برکتوں والی رات میں اتارا ہے۔ (سورۃ دخان۔ ۲)

اندازہ والی رات کے معنوں کے لحاظ سے یہ مطلب ہوگا کہ اس رات لوگوں کے اعمال اور ان کی قسمت کا اندازہ کر کے فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ اس بابرکت رات میں ہر محکم امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور فرمایا کہ یہ رات تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے جو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

گویا اس رات خدا کی رحمت بے پایاں اپنے عروج پر ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا

اور قبول کرتا ہے۔

ایک اور حدیث میں بھی اس کی تشریح آئی ہے کہ جس شخص کو لیلۃ القدر میں کامل ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کرنے کی توفیق ملے تو اس کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

"جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں نزول فرماتے ہیں اور ہر اس بندہ کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے"۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس مبارک اور بزرگ رات کی بابت فرماتے ہیں:-

"قرآن شریف میں جو لیلۃ القدر کا ذکر آیا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہاں لیلۃ القدر کے تین معنی ہیں۔

اول تو یہ کہ رمضان میں ایک رات لیلۃ القدر کی ہوتی ہے

دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ بھی ایک لیلۃ القدر تھا....

سوم لیلۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقت اصفیٰ ہے......." (الحکم جلد ۵ نمبر ۳۲ ۳۱ اگست ۱۹۰۱ء) (بحوالہ ملفوظات جلد اول صفحہ ۵۳۶ نیا ایڈیشن)

پھر فرمایا:-

"ہم لیلۃ القدر کے دونوں معنوں کو مانتے ہیں ایک وہ جو عرف عام میں ہیں کہ بعض راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خدا تعالیٰ ان میں دعائیں قبول کرتا ہے اور ایک اس سے مراد تاریکی کے زمانہ کی ہے جس میں عام ظلمت پھیل جاتی ہے حقیقی دنیا کا نام و نشان نہیں رہتا"۔ (البدر جلد ۳ نمبر ۸ ۲ جنوری ۱۹۰۴ء) (بحوالہ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۹۳ نیا ایڈیشن)

پھر آپ فرماتے ہیں:-

"ایک لیلۃ القدر تو وہ ہے جو پچھلے حصہ رات میں ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تجلی فرماتا ہے اور ہاتھ پھیلاتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا اور استغفار کرنے والا ہے جو میں اس کو قبول کروں...." (الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲۷، ۳۱ جولائی ۱۹۰۶ء)

اس رات کی تلاش کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (بخاری)

لیلۃ القدر کی دعا

حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کونسی رات لیلۃ القدر ہے تو

میں اس میں کیا دعا کروں؟

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دعا کرو:۔

"اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفوَ فَاعفُ عَنِّی (مسند احمد و ابن ماجه)

کہ اے اللہ یقیناً تو تو بہت معاف کرنے والا ہے۔ تو عفو کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف کر۔

لیلۃ القدر کے بارے میں تعین نہیں کی گئی کہ رمضان کی کونسی رات ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کو خواب کی حالت میں لیلۃ القدر رمضان کے آخری سات دنوں میں دکھائی گئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں آخری سات راتوں کے بارہ میں متفق ہیں (کہ ان میں لیلۃ القدر ہے) پس جو شخص لیلۃ القدر کا متلاشی ہے وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ (بخاری)

یہ بھی ممکن ہے کہ سات راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش کرنے کا یہ ارشاد صرف اس رمضان سے خاص ہو جس میں صحابہؓ کو یہ مختلف مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر کی خبر دے کر بھلادی گئی کہ کونسی رات ہے چنانچہ حضرت عبادہؓ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے (گھر سے مسجد) تشریف لائے تو مسلمانوں میں سے دو آدمی جھگڑ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں لیلۃ القدر کی اطلاع کرنے آیا تھا لیکن فلاں فلاں آدمی جھگڑ پڑے تو وہ رات مجھے بھول گئی اور ممکن ہے کہ اس کا بھولنا تمہارے لئے بہتر ہو۔ پس (امسال) اس رات کو انیسویں، ستائیسویں اور پچیسویں شب میں خاص طور پر تلاش کرو۔ (بخاری)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رات کے بھلانے میں کوئی حکمت تھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اس کا بھولنا تمہارے لئے بہتر ہو اور وہ یہی حکمت ہے کہ ایک رات کا سہارا لینے اور صرف اس میں عبادت کی بجائے آخری عشرہ کی سات طاق راتوں میں پوری ہمت محنت اور کوشش سے مجاہدہ کرنے کی توفیق مومنوں کو حاصل ہو۔ (بخاری)

لیلۃ القدر کی برکات میں سے ایک برکت حدیث میں یہ لکھی ہے کہ اس رات جبرئیل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور جو شخص بھی کھڑے یا بیٹھے ذکر الٰہی میں مصروف ہو اس کے لئے فرشتے دعائیں کرتے ہیں۔ (بیہقی)

الغرض لیلۃ القدر دراصل قبولیت دعا کی ایک گھڑی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی التجاؤں کو خاص طور پر شرف قبولیت بخشتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کو قبولیت دعا کا وقت بتانے کے لئے باہر نکلے تھے مگر اس وقت دو آدمی

آپس میں لڑتے ہوئے آپ ﷺ نے دیکھے تو فرمایا تم کو دیکھ کر مجھے وہ وقت بھول گیا ہے مگر اتنا فرمادیا کہ ماہ رمضان کی آخری دس راتوں میں یہ وقت ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ ان راتوں کے علاوہ بھی یہ وقت آتا ہے مگر رمضان کی آخری راتوں میں قبولیت دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود........ نے اپنے تجربہ کی بناء پر فرمایا کہ ستائیسویں کی رات کو یہ وقت ہوتا ہے "۔ (الفضل ۳ نومبر ۱۹۱۴ء)

اعتکاف

"خدا کی راہ میں ایک دن اعتکاف کرنے والے اور جہنم کے درمیان اللہ تعالیٰ تین ایسی خندقیں بنا دے گا جن کے درمیان مشرق و مغرب کے مابین فاصلہ سے بھی زیادہ ہوگا۔" (حدیث نبویؐ)

رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کی نسبت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:-

"یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء نزول رحمت ہے اور جس کا وسط مغفرت کا وقت ہے اور جس کا آخر کامل اجر پانے یعنی آگ سے آزادی کا زمانہ ہے"۔

اس آخری عشرہ کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:-

"نبی کریم ﷺ (رمضان کے) آخری عشرہ میں داخل ہوتے تو کمر ہمت کس لیتے اور اپنی رات کو (عبادت میں شب بیداری سے) زندہ کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی کی ہی دوسری روایت ہے کہ:-

"آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت میں جتنی کوشش و محنت اور مجاہدہ فرماتے تھے وہ جدوجہد اس کے علاوہ ایام میں کبھی نہیں دیکھی گئی"۔ (ابن ماجہ)

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے رمضان کے آخر میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے (بیہقی)۔ آخری عشرہ میں آنحضور ﷺ اعتکاف بھی فرماتے تھے اور لیلۃ القدر کی تلاش میں راتیں بھی زندہ کرتے تھے۔

رمضان المبارک کے اس آخری عشرہ کی ایک اور برکت آنحضور ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:-

"رمضان کی آخری رات میں میری امت کی مغفرت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا اے خدا کے رسول ﷺ کیا رمضان کی آخری رات لیلۃ القدر ہوتی ہے فرمایا نہیں بلکہ عمل کرنے والا جب عمل سے فارغ ہوتا ہے تو

اس وقت اسے اس کا اجر دیا جاتا ہے (اور یہ مغفرت اس کا اجر ہے) (مسند احمد بحوالہ مشکوۃ)

اس لئے رمضان کی عبادات اور اعمال سے فراغت پر ان مومن بندوں کو آخری رات اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کی صورت میں عبادات بجالانے والوں کو جلد ہی ان کا اجر دیتا ہے۔ اور یہ آخری عشرہ ان لوگوں کے لئے اور بھی عظیم اور بابرکت ہو جاتا ہے جو اس میں اعتکاف کی سنت پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات دی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اعتکاف فرماتی رہیں"۔ (بخاری کتاب الصوم)

اعتکاف کے لغوی معنے کہیں رک رہنے یا بیٹھنے کے ہیں۔ "دین حق" سے پہلے اعتکاف کی عبادت کا تصور اس طور پر تھا کہ اپنے آپ کو کسی عبادت گاہ یا جگہ میں ایک معینہ مدت تک روک رکھنا جیسا کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے جاہلیت کے زمانہ میں ایک رات مسجد حرام بیت اللہ شریف میں ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی کیا وہ پوری کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اپنی نذر پوری کرو"۔ (بخاری)

گویا ان معنوں میں یہ غیر مسنون اعتکاف رمضان کے علاوہ اور دس دنوں سے کم بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن دینی اصطلاح میں مسنون اعتکاف یہ ہے کہ انسان رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بیت میں خاص شرائط و آداب کے ساتھ ٹھہرے۔

یہی وہ اعتکاف ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے اور رمضان کے فرض ہونے کے بعد ہر سال آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اعتکاف فرماتے رہے۔ شروع شروع میں جب رمضان فرض ہوا تو ایک سال آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے درمیانی عشرہ میں بھی اعتکاف کیا لیکن بیسویں رمضان کو صحابہؓ سے فرمایا کہ اس آخری عشرہ میں مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی ہے اس لئے اس میں معتکف رہو۔ اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے رہے۔ سوائے ایک سال کے جس میں بعض خاص مصالح کی بناء پر اگلے مہینہ میں اعتکاف فرمایا۔

مسائل اعتکاف

اعتکاف کی ابتدا بیسویں رمضان سے ہوتی ہے اور عید کا چاند نظر آنے پر معتکف کا اعتکاف مکمل ہو جاتا ہے اور وہ اعتکاف سے نکل آتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتکاف کے بارہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور نماز فجر کے بعد اپنے معتکف (یعنی اعتکاف کے خیمہ) میں تشریف لے جاتے تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

بعض علماء کے نزدیک ۲۰ رمضان کو نماز فجر کی بجائے ۲۰ کو غروب آفتاب سے پہلے بیٹھنا اور بعض کے نزدیک

۲۰ کو فجر کے معاً بعد بیٹھنا چاہیئے۔ ہمارے نزدیک دونوں طریق درست ہیں۔ البتہ ۲۰ کو فجر کے بعد بیٹھا جائے تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی بھی توفیق مل جاتی ہے۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"اعتکاف بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں کبھی دس دن ہو جاتے ہیں اور کبھی گیارہ" ۔۔ (الفضل ۳ نومبر ۱۹۱۴ء)

معتکف کو البیت یا اپنے معتکف میں رہ کر اپنا وقت ذکر الٰہی اور عبادات، نوافل اور تلاوت قرآن کریم میں گزارنا چاہیئے۔

معتکف ضرورت کے لئے بیت سے باہر جا سکتا ہے۔ مثلاً قضائے حاجت وغیرہ یا کسی اور خاص ضرورت کے لئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اعتکاف میں بیت سے باہر جا کر مریض کی عیادت بھی فرما لیا کرتے تھے لیکن راستہ میں ادھر ادھر کہیں نہیں جاتے تھے نہ زیادہ وہاں ٹھہرتے تھے بلکہ جا کر عیادت کر کے واپس تشریف لے آتے تھے۔

بہتر یہ ہے کہ جامع ......(جہاں جمعہ ہوتا ہے) میں اعتکاف بیٹھے لیکن اگر ایسی صورت میسر نہیں تو عام بیت میں بھی اعتکاف کر سکتا ہے اور جمعہ کے لئے جامع ..... میں جا سکتا ہے بعض کے نزدیک جنازہ میں بھی شامل ہو سکتا ہے۔

اسی طرح اعتکاف میں بیوی سے مباشرت بھی جائز نہیں۔ فرمایا کہ

ولا تباشِرُوھنّ وانتُم عاکِفُون فِی المساجِدِ (البقرہ ۱۸۸)

جب تم مساجد میں اعتکاف کی حالت میں ہو تو عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔

اعتکاف کے متعلق ایک سوال یہ ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ:۔

لا اعتکاف الا بِصَومٍ

کہ اعتکاف روزہ کے بغیر صحیح نہیں۔

بعض فقہاء کے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں لیکن جیسا کہ ظاہر ہے مسنون اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے کیونکہ روزہ فرض عبادت ہے اور اعتکاف اس کے ساتھ تعلق رکھنے والی ایک مسنون عبادت۔ اس لئے بہتر کا ترک جائز نہیں تاہم اگر اعتکاف کی حالت میں کوئی شخص بیمار ہو جائے اور روزہ نہ رکھ سکے یا روزہ کھولنا پڑ جائے تو اس کا اعتکاف قائم رہتا ہے۔

اعتکاف میں بیوی بچے آکر معتکف سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کے لئے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تشریف لاتی تھیں۔ بلکہ ایک دفعہ حضرت صفیہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملنے آئیں ان کا گھر مسجد سے کچھ فاصلے پر تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ان کو گھر تک چھوڑنے گئے اور دروازہ تک چھوڑ کر واپس آئے۔ (بخاری)

لیکن بغیر اشد ضرورت کے معتکف گھر نہ جائے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:۔

"آنحضورﷺ اعتکاف کے دنوں میں مسجد سے حجرہ کے قریب آکر اپنا سر مبارک میری طرف کرتے تھے اور میں کنگھی کردیتی تھی اور حضورﷺ گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے سوائے قضائے حاجت کے"۔ (بخاری و مسلم)

اعتکاف کے دنوں میں انسان ضرورت پڑنے پر بیت کے کونے میں چارپائی بچھا کر سو سکتا ہے اس میں حرج نہیں بشرطیکہ نماز پڑھنے والوں کو دقت پیش نہ آئے۔ حدیث میں ہے کہ حضورﷺ جب اعتکاف فرماتے تو آپﷺ کا بستر اور چارپائی استوانہ توبہ کی اوٹ میں رکھے جاتے (ابن ماجہ کتاب الاعتکاف)

قضائے حاجت کے علاوہ انسان جمعہ پڑھنے کے لئے جامع ..... جاسکتا ہے۔ لیکن باقی ضروریات مثلاً درس القرآن، اجتماعی دعا میں شرکت، بال کٹوانے، کھانا کھانے یا کسی کی مشایعت کرنے کے لئے باہر آنے کی اجازت میں اختلاف ہے اکثر ان اغراض کے لئے بیت سے باہر آنے کو جائز نہیں سمجھتے اور اعتکاف کی روح بھی اس امر کا تقاضا کرتی ہے۔ یاد رہے اعتکاف میں بال کٹوانا بیت کے احترام کی وجہ سے ناپسندیدہ ہے۔

حضرت مسیح موعود..... سے سوال ہوا کہ معتکف دنیاوی کاروبار کے لئے بات کر سکتا ہے فرمایا:۔

"سخت ضرورت کے سبب کر سکتا ہے اور بیمار کی عیادت اور حوائج ضروریہ کے واسطے باہر جا سکتا ہے"۔ (بدر ۲۱ فروری ۱۹۰۸ء)

معتکف کا حوائج ضروریہ کے علاوہ کسی اور وجہ سے بیت سے باہر نکلنا جائز نہیں البتہ ضروری امور وضو، غسل، قضائے حاجت وغیرہ کے لئے بیت سے باہر نکلنا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔

عورت بیت میں اعتکاف کر سکتی ہے لیکن گھر میں ایک جگہ (مخصوص کر کے) اعتکاف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (ہدایہ)

دوران اعتکاف عورت کو ماہواری ہو جائے تو اعتکاف ترک کر دے۔ اس حالت میں اس کے لئے بیت میں رہنا درست نہیں۔

معتکف ذکر الٰہی کرے اور قصوں اور باتوں میں وقت ضائع نہ کرے۔ لیکن چپ کا روزہ بھی درست نہیں۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ معتکف کے لئے خاموشی ناپسندیدہ ہے کیونکہ چپ کا روزہ بالکل نیکی نہیں۔

صحت اعتکاف کے لئے شرط ایسی بیت میں ہے جس میں نماز باجماعت ہوتی ہے۔ مجبوری کی بناء پر بیت سے باہر بھی اعتکاف ہو سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"بیت" سے باہر بھی اعتکاف ہو سکتا ہے مگر "بیت" والا ثواب نہیں مل سکتا" (الفضل ۶ مارچ ۱۹۶۲ء)

اعتکاف کا ثواب

اعتکاف کا ثواب بھی احادیث میں بہت بیان ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارہ میں فرمایا کہ وہ مسجد میں رہ کر کئی گناہوں سے بچ جاتا ہے اور مسجد میں رہنے کے باعث بہت نیکیوں سے محروم ہوتا ہے ان کا ثواب بھی اس کے حق میں لکھا جاتا ہے"۔ (ابن ماجہ)

نیز معتکف کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معتکف اپنے آپ کو کلی طور پر خدا کے حضور ڈال دیتا اور کہتا ہے کہ اے خدا مجھے تیری قسم میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا یہاں تک تو مجھ پر رحم فرمائے۔ (در منثور)

پھر فرمایا خدا کی راہ میں ایک دن اعتکاف کرنے والے اور جہنم کے درمیان اللہ تعالیٰ تیس ایسی خندقیں بنا دیگا جن کے درمیان فاصلہ مشرق و مغرب سے مابین فاصلہ سے بھی زیادہ ہوگا۔ (در منثور)

(اس مضمون کے لئے علاوہ دیگر کتب کے استاذی المکرم حافظ مظفر احمد صاحب کی مؤلفہ کتاب "تحفۃ الصیام" سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ اور عبادتِ الٰہی

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے بغیر ؛ جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

(مضمون: مکرم ظہیر احمد ریحان صاحب)

حضرت مسیح موعود .... جنکا بچپن، جوانی اور بڑھاپا بے داغ اور نور کی مانند روشن اور خدا کے عشق میں اور عبادت میں مصروف گزرا اور کسی موقعہ پر بھی خدا کی یاد آپ کے دل سے جدا نہ ہوئی خاکسار حضرت مسیح موعود کی عبادت الٰہی کے چند واقعات درج کرتا ہے۔

حضرت اقدس کو شروع سے ہی نماز سے گہرا تعلق اور لگاؤ تھا جو عمر کے آخر تک ایک نشہ کی صورت میں آپ کے دل ودماغ پر طاری رہا....

حضرت مسیح موعود نے انہی فطری رجحانات کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک مقام پر لکھا ہے:-

..... مکانی　والصالحون　اخوانی

و ذکر اللہ مالی و خلق اللہ عیالی

فرماتے ہیں کہ اوائل ہی سے میرا مکان، صالحین میرے بھائی، یاد الٰہی میری دولت ہے اور مخلوق خدا میرا عیال اور خاندان ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 73,72)

قادیان کے پاس کے گاؤں کا ایک معمر ہندو جاٹ بیان کیا کرتا تھا کہ:-

"میں مرزا صاحب سے بیس سال بڑا ہوں۔ بڑے مرزا صاحب کے پاس میرا بہت آنا جانا تھا۔ میرے سامنے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی بڑا افسر یا رئیس بڑے مرزا صاحب سے ملنے آتا تھا تو باتوں باتوں میں ان سے پوچھتا تھا کہ مرزا صاحب آپ کے بڑے لڑکے (یعنی غلام قادر) کے ساتھ تو ملاقات ہوتی رہتی ہے لیکن آپ کے چھوٹے بیٹے کو کبھی نہیں دیکھا وہ جواب دیتے تھے کہ ہاں میرا دوسرا لڑکا غلام قادر سے چھوٹا ہے تو سہی پردہ الگ رہتا ہے.... پھر وہ کسی کو بھیج کر مرزا صاحب کو بلواتے تھے۔ چنانچہ آپ آنکھیں نیچی کئے ہوئے آتے اور والد صاحب کے پاس ذرا فاصلے پر بیٹھ جاتے اور یہ عادت تھی کہ بایاں ہاتھ اکثر منہ پر رکھ لیا کرتے تھے اور

صحتمند واقفین نو بیمار واقفین نو کے مقابل پر زیادہ خدمت کے اہل ثابت ہوں گے

کچھ نہ بولتے اور نہ کسی کی طرف دیکھتے۔ بڑے مرزا صاحب فرماتے کہ اب توآپ نے اس دلہن کر دیکھ لیا بڑے مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا تو مسیتڑ ہے نہ نوکری کرتا ہے نہ کماتا ہے اور پھر وہ ہنس کر کہتے چلو تمہیں کسی مسجد میں ملاں کروا دیتا ہوں دس من دانے تو گھر میں کھانے کو آ جایا کریں گے (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 83-84)

سیالکوٹ میں ملازمت کے دوران آپ گھر سے باہر اپنے اوپر چادر لپیٹے رکھتے اور اتنا حصہ چہرہ کا کھلا رکھتے جس سے رستہ نظر آ جائے۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے اور کمرہ بند کر کے قرآن شریف کی تلاوت اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے آپ کے اس طریق مبارک سے بعض متجس طبیعتوں کو خیال پیدا ہوا کہ یہ ٹوہ لگانا چاہیئے کہ آپ کواڑ بند کر کے کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ ایک دن سراغ رساں گروہ نے آپ کی خفیہ سازش کو بھانپ لیا یعنی انہوں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ مصلّی پر رونق افروز ہیں۔ قرآن مجید ہاتھ میں ہے اور نہایت عاجزی اور رقت اور الحاح وزاری اور کرب و بلا سے دست بدعا ہیں کہ "یا اللہ تیرا کلام ہے تو ہی سمجھائے گا تو میں سمجھ سکتا ہوں" (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 121۔ 122)

اسی عرصہ ملازمت کے دوران علامہ اقبال کے استاد سید میر حسن صاحب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:۔

"حضرت مرزا صاحب پہلے محلہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اسکی نظیر نہیں ملتی"۔

(حیات طیبہ صفحہ 25)

آپ سفر میں ہوتے یا حضر میں عدالت میں ہوتے یا اپنی رہائش گاہ پر یاد الٰہی سے آپ ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں رہتے تھے بلکہ زندگی کا ہر تغیر آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کا باعث بنتا تھا۔ ڈلہوزی کے سفروں کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ جب کبھی ڈلہوزی جانے کا مجھے اتفاق ہوتا تو پہاڑوں کے سبزہ زار حصوں اور بہتے ہوئے پانیوں کو دیکھ کر طبیعت میں بے اختیار اللہ کی حمد کا جوش پیدا ہوتا اور عبادت میں ایک مزہ آتا اور میں دیکھتا تھا کہ تنہائی کیلئے وہاں اچھا موقعہ ملتا ہے۔(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 106)

اسی کیفیت کو ایک دوسری جگہ یوں بیان فرماتے ہیں:۔

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف، ہر گیسوئے خمدار کا

چشمہ خورشید میں موجیں تیری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تیری چمکار کا

آپ کو ہر چند کہ مقدمات سے طبعاً بیزاری تھی لیکن والد بزرگوار کی اطاعت میں ان کا حکم مانتے ہوئے بعض اوقات آپ کو مقدمات کی پیروی کے لئے عدالتوں اور کچہریوں میں جانا پڑتا۔ مقدمات خواہ کتنے ہی پیچیدہ اہم اور آپ کی ذات یا خاندان کے لئے دوررس نتائج کے حامل ہوتے آپ نماز کی ادائیگی کو ہر صورت میں مقدم رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کا ریکارڈ ہے کہ آپ نے ان مقدمات کے دوران کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہونے دی۔ عین کچہری میں نماز کا وقت آتا تو اس کمال محویت اور ذوق و شوق سے مصروف نماز ہو جاتے کہ گویا آپ صرف نماز پڑھنے کیلئے آئے ہیں۔ کوئی اور کام آپ کے مد نظر نہیں ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ خدا کے حضور کھڑے عجز و نیاز کر رہے ہوتے اور مقدمہ میں طلبی ہو جاتی مگر آپ کے استغراق، توکل علی اللہ اور حضور قلب کا یہ عالم تھا کہ جب تک مولائے حقیقی کے آستانہ پر جی بھر کر الحاح و زاری نہ کر لیتے اس کے دربار سے واپسی کا خیال تک نہ لاتے چنانچہ خود فرماتے ہیں:-

"میں بٹالہ ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا نماز کا وقت ہو گیا اور میں نماز پڑھنے لگا۔ عدالت سے آواز آئی مگر میں نماز میں تھا۔ فریق ثانی پیش ہو گیا اور اس نے یک طرفہ کارروائی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور بہت زور اس بات پر دیا مگر عدالت نے پرواہ نہ کی اور مقدمہ اس کے خلاف کر دیا اور مجھے ڈگری دے دی۔ میں جب نماز سے فارغ ہو کر گیا تو مجھے خیال تھا کہ شاید حاکم نے قانونی طور پر میری غیر حاضری کو دیکھا ہو مگر جب میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ میں تو نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا کہ میں تو آپ کو ڈگری دے چکا ہوں۔ یہ تو ایک الٰہی نشان تھا جو آپ کے کمال درجہ انقطاع و ابتہال کے نتیجہ میں نمودار ہوا۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 107)

آپ کے طریق عبادت کے متعلق چشم دید گواہ حضرت مرزا دین محمد صاحب آف لنگروال فرماتے ہیں کہ آپ "بیت" میں فرض نماز ادا کرتے۔ سنتیں اور نوافل مکان پر ہی ادا کرتے تھے عشاء کی نماز کے بعد آپ سو جاتے تھے اور نصف رات کے بعد آپ جاگ پڑتے اور نفل ادا کرتے اس کے بعد قرآن مجید پڑھنا۔ مٹی کا دیا آپ جلاتے تھے تلاوت فجر کی اذان تک کرتے۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 171)

1875 کے آخر میں جناب الٰہی سے آپ کو روزوں کے ایک عظیم مجاہدہ کا ارشاد ہوا چنانچہ اس کی تعمیل میں آپ نے آٹھ یا نو ماہ کے مسلسل روزے رکھے یہ انوار الٰہی کی بارش کے دن تھے جن میں آپ کو عالم روحانی کی سیر کرائی گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 181-182)

آپ کا ہر لمحہ خدا کی یاد میں محو گزرتا اور آپ ہر وقت خدا کے وصال کی خواہش کرتے نظر آتے ہیں اپنے منظوم فارسی کلام میں فرماتے ہیں:-

اے سرو جان و دلم ؛ ہر ذرہ ام قربان تو
بر دلم بکشاز رحمت ہر در عرفان تو

فلسفی کو عقل مے جوید ترا دیوانہ ہست
دور تراز خرد ہا آں رہ پنہان تو
عاشقان روئے خود در ہر دو عالم میدہی
ہر دو عالم ہیچ پیش دیدہ غلمان تو
(چشمہ مسیحی)

یعنی اے وہ کہ تجھ پر میرا دل سر اور میری جان اور میرا ہر ذرہ قربان ہے تو اپنے رحم و کرم سے میرے دل پر اپنے عرفان کا ہر رستہ کھول دے وہ فلسفی تو دراصل عقل سے کورا ہے جو تجھے عقل کے ذریعہ سے تلاش کرتا ہے کیونکہ تیرا پوشیدہ رستہ عقلوں سے دور اور نظروں سے مستور ہے یہ سب لوگ تیری مقدس بارگاہ سے بے خبر ہیں۔ تیرے دروازہ تک جب بھی کوئی شخص پہنچا ہے تو صرف تیرے احسان کے نتیجہ میں ہی پہنچا ہے۔ تو بے شک اپنے عاشقوں کو دونوں جہان بخش دیتا ہے مگر تیرے غلاموں کی نظر میں دونوں جہانوں کی کیا حقیقت ہے؟ وہ تو صرف تیرے منہ کے بھوکے ہوتے ہیں۔

ان شعروں میں حضرت مسیح موعود کس ناز سے فرماتے ہیں کہ اے خدا بے شک تو نے مجھے دونوں جہانوں کی نعمتیں دے دی ہیں مجھے اس سے کیا میں تو چاہتا ہوں کہ رب ارنی انظر الیک (سیرت طیبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 14-15)

حضرت مسیح موعود کا کوئی بھی وقت ذکر الہی سے خالی نہ تھا اکثر فرمایا کرتے تھے:۔

"جو دم غافل سو دم کافر" علاوہ فرض نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کے نماز تہجد نہایت سوز و گداز اور خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے۔ اور پچھلی رات کا کافی حصہ اس میں گزارتے۔ آپ کو یہ پسند نہ تھا کہ فجر کی نماز سے ذرا پہلے اٹھ کر کچھ نفلیں پڑھ لیں بلکہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ رات کا پچھلا حصہ نہایت سوز و گداز سے نماز میں گذارا جائے۔ اشراق کی نماز بھی پڑھا کرتے تھے لیکن نماز تہجد نہایت التزام سے پڑھتے تھے اور ہر ایک نماز خواہ وہ دن کی ہو یا رات کی تعدیل ارکان کے ساتھ اور حضور قلب اور خشوع و خضوع سے گزارنا آپ کی عادت تھی۔ مسجد میں آپ کی نماز نہایت متانت اور ادب کا پہلو لئے ہوئے ہوتی تھی۔ لوگوں کے سامنے نماز میں رونا اور منہ بسورنا آپ کی عادت نہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ دعا میں گریہ و زاری اور خشوع و خضوع کے لئے اس قدر تنہائی اور خلوت کی ضرورت ہوتی ہے اگر اس وقت اتفاقیہ کوئی شخص اس تخلیہ میں آجائے تو ایک مومن ویسی ہی شرمندگی محسوس کرتا ہے کہ جیسے شوہر اور بیوی کی ہم بستری کے وقت اگر کوئی انہیں دیکھ لے تو شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔
(مجدد اعظم حصہ دوم صفحہ 1345-1346)

ایک دفعہ جبکہ حضرت صاحب کمرہ عدالت میں بہ سبب سماعت مقدمہ تشریف فرما تھے اور نماز ظہر کا وقت گزر گیا اور نماز عصر کا وقت بھی تنگ ہو گیا تب حضور نے عدالت سے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی اور باہر آکر برآمدے میں ہی اکیلے ہر دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ (ذکر حبیب صفحہ 111)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ذکر حبیب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا:۔

"میں بچپن سے روزے رکھنے کا عادی ہوں ایک دفعہ بچپن میں روزہ رکھا بیمار ہوگیا مگر اس کے بعد 29 روزے پورے رکھے تکلیف نہیں ہوئی۔ تب میرے لئے خوشی کی عید تھی۔ روزے کی خاص برکات ہوتی ہیں جیسا ہر میوے میں جدا ذائقہ ہوتا ہے ایسا ہی ہر وقت عبادت میں جدا لذت ہوتی ہے۔ (ذکر حبیب صفحہ 249)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"غفار (ملازم حضرت مسیح موعود.....) کا کام اتنا ہی تھا کہ جب آپ مقدمات کے لئے سفر کرتے تو وہ ساتھ ہوتا اور لوٹا اور مصلی اس کے پاس ہوتا۔ ان دنوں آپ کا معمول یہ تھا کہ رات کو بہت کم سوتے اور اکثر حصہ جاگتے اور رات بھر نہایت رقت آمیز لہجہ میں گنگناتے رہتے۔ (شمائل احمد صفحہ 44)

آپ کو عبادت الہی کی جو چاٹ بچپن میں لگی تھی اور جوانی میں جو زہد و عبادت پروان چڑھا وہ ذوق اور شوق مرتے دم تک ساتھ رہا یہاں تک کہ مرض الموت میں جبکہ انتہائی نحیف و نزار ہو چکے تھے اور ضعف اور کمزوری بھی بہت تھی لیکن جب بھی ہوش آیا تو نماز کا پوچھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مرض الموت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"...... صبح کی نماز کا وقت ہوا تو اس وقت جبکہ خاکسار بھی پاس کھڑا تھا نحیف آواز میں دریافت فرمایا کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ ایک خادم نے عرض کیا ہاں حضور ہوگیا ہے۔ اس پر آپ نے بستر کے ساتھ دونوں ہاتھ تیمم کے رنگ میں چھو کر لیٹے لیٹے ہی نماز کی نیت باندھی مگر اسی دوران بے ہوشی کی حالت ہوگئی۔ جب ذرا ہوش آیا تو پھر پوچھا کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ عرض کیا گیا ہاں حضور ہوگیا ہے پھر دوبارہ نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی اس کے بعد نیم بیہوشی کی کیفیت طاری رہی مگر جب کبھی ہوش آتا تھا وہی الفاظ "اللہ میرے پیارے اللہ" سنائی دیتے تھے"۔

(حیات طیبہ صفحہ 355۔356)

*****

بقیہ از ص..... 10

ہوں ہر ایک یہی چاہتا ہے تو بس یہ ایک مدامی اور زندہ کرامت ہے جسکا اثر کبھی زائل نہیں ہوتا۔ بلکہ اثر نفع دور تک پہنچتا ہے ... پس میں پھر پکار کر کہتا ہوں اور میرے دوست سن رکھیں کہ وہ میری باتوں کو ضائع نہ کریں اور ان کو صرف ایک قصہ گو یا داستان کی کہانیوں ہی کا رنگ نہ دیں بلکہ میں نے یہ ساری باتیں نہایت دلسوزی اور سچی ہمدردی سے جو فطرتاً میری روح میں ہے کی ہیں ان کو گوش دل سے سنو اور ان پر عمل کرو"۔

اللہ کرے کہ ہم حضور کی اس پر درد نصیحت پر واقعۃً عمل کر کے اپنے اندر سچی اخلاقی تبدیلی پیدا کریں اور اللہ کرے کہ ہم بھی حضور کے نقش قدم پر چل کر اللہ کی مخلوق سے سچی ہمدردی اور بے لوث محبت کرنے والے ہوں اور ہم سے صرف وہی افعال سرزد ہوں جو بنی نوع انسان کی حقیقی ہمدردی اور خیر خواہی پر مبنی ہوں۔ آمین

پیشوایانِ مذاہب

(مکرم شیخ عبدالقادر صاحب۔ لاہور)

قرآن حکیم دنیا میں ایک منفرد کتاب ہے جس نے یہ انکشاف کیا کہ ہر قوم میں نبی اور ریفارمر آئے ہیں۔ کوئی قوم ایسی نہیں کہ جس میں رسول اور نذیر نہ ہوئے ہوں۔ گویا سب مذاہب کے سلسلہ کے پہلے سرے پر آپ کو کوئی نہ کوئی ریفارمر نظر آئے گا۔ باقی مذاہب مدعی ہیں اس امر میں کہ صرف اور صرف انہی کے سلسلہ میں ریفارمر مبعوث ہوئے ہیں۔

اہل کتاب کہتے ہیں کہ بائبل کے انبیاء سچے ہیں اور کوئی ریفارمر نہیں ہے۔ ہنود کہتے ہیں ویدک رشی اور صرف اسی مذہب کے مصلحین سچے ہیں۔ بدھ مدعی ہیں کہ صرف انہی کے سلسلہ میں بدھ اور بدھ کے بروز "بدھ ستوا" برپا ہوئے ہیں۔ پارسی کہتے ہیں زرتشت مذہب مصلحین کے لئے مخصوص ہے۔ کینفیوشس کے ماننے والے اہل چین صرف اپنے مذہب کو ہدایت سے سرفراز کرتے ہیں۔

یہی حال دوسرے مذاہب کا ہے۔ قرآن حکیم نے اس کے برعکس یہ تعلیم دی ہے کہ مذہب کی عالمگیر برادری میں ہر قوم میں رسول آئے ہیں۔ کوئی خطہ ارض اور مجموعہ اقوام انبیاء مصلحین اور رسولوں سے خالی نہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ یہ گنتی اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے کہ اس میں پوجنے والے دیوتے بھی شامل کئے جائیں۔ اس حساب سے یونان و روم کے دیوتے، مصر میں پوجنے والے صنادید اور ہند کے دیوتے اور دیویاں جہاں فرشتوں اور فرضی ہستیوں کے نام پر بنائے گئے وہاں اکثر پیغمبروں اور مصلحین کے نام پر شہرہ آفاق ہوئے۔ خدا کی طرف سے ہر آنے والے نے توحید کی تعلیم دی اور فرشتوں پر ایمان لانے کی تلقین کی۔ حیاۃ الاخرۃ کی طرف دعوت دی اور سلسلہ الہام کو از ابتدا تا انتہا جاری و ساری سمجھا ان کی امتوں نے سب کچھ بھلا کر انہی کو پوجنا شروع کر دیا۔

اہل کتاب کے انبیاء کے علاوہ گوتم بدھ، کرشن، رام چندر، زرتشت، کینفیوشس، لاؤتزو سب اپنے وقت کے پیغمبر تھے۔ قرآن نے یہاں تک کہا کہ انفس و آفاق میں رب العالمین کی طرف سے ہدایت و رشد کا سلسلہ جاری ہے۔ اس آسمانی کتاب سے معلوم ہوتا ہے

کہ دوسرے سیاروں میں بھی آبادیاں ہیں ان کی طرف خدا کا امر نازل ہوتا ہے اور وہ بھی پابند خدا کی ہدایتوں کے ہیں۔ قرآن کریم نے دوسرا انکشاف یہ کیا کہ سب پیغمبروں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ کی خبر دی ہے۔ اسے میثاق النبیین قرار دیا۔ صحائف قدیمہ کا جوں جوں انکشاف ہو رہا ہے آنے والے کا ذکر جمیل برابر مل رہا ہے۔ مغرب کے بعض دانشوروں کو بھی اس امر کا احساس ہو رہا ہے کہ ہدایت کا سلسلہ عالمگیر ہے۔ تنگ نظر لوگوں نے بھی بحر بے کنار کو محدود کر دیا اور الہام ووحی کا دروازہ بند کر دیا۔

انفس و آفاق میں رشد و ہدایت کے آثار

قرآن حکیم کے پہلے ورق پر ہے۔

خدا تعالیٰ سارے عالمین کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ (سورۃ فاتحہ)

اور ہم نے یقیناً ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول یہ حکم دے کر بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے کنارہ کش رہو۔ (النحل)

ہر امت میں رسول آئے۔ (یونس)

ہر قوم میں ہادی (ریفارمر) برپا ہوئے۔ (رعد)

اور کوئی بھی تو قوم ایسی نہیں گزری جس میں ڈرانے والے نہ آئے ہوں۔ (فاطر)

تجھ سے پہلے ہم نے رسول برپا کئے۔ ان میں سے کچھ کا ذکر ہم نے تجھ سے کیا اور ایسے بھی ہیں جن کا ذکر تجھ سے نہیں کیا۔ (یونس)

جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا بلاتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں۔ (اعراف)

حقیقت یہ ہے کہ جنکو بیٹا کہتے ہیں وہ خدا کے کچھ بندے ہیں جنکو خدا کیطرف سے عزت ملی ہے۔ (انبیاء)

امتیں اتنی ہو گزری ہیں کہ لوگ ان کی گنتی کو نہیں جانتے۔ (ابراہیم)

انہوں نے فرشتوں کو جو عبادالرحمان ہیں دیویاں بنالیا ہے۔ (زخرف)

احادیث

ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ سارے انبیاء کی پوری گنتی کتنی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ (مشکوۃ جلد 4 حدیث 1177)

فرمایا ہندوستان میں ایک نبی ہوئے ہیں۔ رنگ ان کا کالا تھا۔ وہ لوگوں میں کاہن کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ (تاریخ ہمدان دیلمی باب الکاف)

طبرانی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ ان رسولوں میں سے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں کیا حبشی کا ایک نبی تھا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حبش میں اللہ تعالیٰ نے ایک سیاہ رنگ کا نبی مبعوث کیا۔

صحابہؓ نے جب ایران فتح کیا تو ایرانیوں کو اہل کتاب میں داخل کر کے گویا زرتشت کا نبی ہونا تسلیم کرلیا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ

عرب کے مشہور بت لات، ودّ، یغوث وغیرہ پہلے زمانہ کے بزرگوں کے نام ہیں۔ بعد میں اہل عرب ان کی سورتیں بنا کر ان کو پوجنے لگے۔

آثار قدیمہ

مصر سے 3100 قبل مسیح کا ایک کتبہ ملا ہے جس میں اہل مصر کو بت پرستی پر انتباہ کیا گیا اور بتایا گیا کہ تم جن ہستیوں کی پرستش کرتے ہو وہ اپنے وقت کے نیک انسان تھے۔

آج سے 2300 سال پہلے ایک یونانی فلاسفر نے کہا کہ یونانیوں کے بڑے دیوتے اصالتاً پرانے زمانہ کے (نیک دل) عظیم بادشاہ تھے جن کو بعد میں اتنی تعظیم ملی کہ وہ دیوتا بن گئے۔

مصر کا قدیم ترین دیوتا عزیرس ہے۔ یہ عالم آخرت کا دیوتا ہے۔ یہ مصر کا ایک بادشاہ اور ریفارمر تھا۔ اس کا ذکر زمانہ تین ہزار سال قبل مسیح ہے۔

موجودہ تحقیق ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اقوام عالم کے زیادہ تر دیوتے اور دیویاں دراصل ان کے ہیرو تھے۔ ان کے یہ کارنامے عزت و تکریم سے گزر کر الوہی تقدیس پر منتج ہوئے۔

Religion in ancient History by Brandon P. 6

یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر ہر قوم میں ریفارمر آئے ہیں تو امریکہ میں اور اس کی قدیم آبادیوں میں کون آیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قدیم امریکہ کی اساطیر میں ایک پیغمبر کا ذکر ہے جو سطح آفتاب سے آیا۔ وہ جہاں بھی جاتا تہذیب کی خوشبو پھیل جاتی۔ اس کا دل مرنے کے بعد صبح کا ستارہ بن گیا۔ اس نے اپنی دوبارہ آمد کا وعدہ کیا۔ (خالد جون 1976ء میں راقم کا مضمون "صبح کا ستارہ" تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو)۔

شام کے ایک مدفون شہر کا نام ایبلا تھا۔ یہاں سے کھدائیوں میں 3500 قبل مسیح کی الواح مصری ملی ہیں۔ ان میں نبی کا لفظ وارد ہوا۔ لکھا ہے کہ بعض نبی سیاحت بعیدہ کے بعد ابیلا میں آتے تھے۔

کوریا میں ایک قدیم پیغمبر کا ذکر دلپذیر بھی موجود ہے۔

قدیم لٹریچر

قرون اولیٰ کے صحیفہ "کتاب بوذاسف و بلوہر" میں ہے:۔

"اور اصل یہ ہے کہ خدا کی طرف سے دعوت اگلے زمانے میں ہمیشہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد پیغمبروں کے ذریعہ سے مختلف زبانوں میں آتی رہی ہے...... مگر پیغمبر کے زمانہ کے بعد ہر دعوت میں ایک ایسی قوم شامل ہوتی گئی جو واقع میں اس کے لائق نہ تھی اور ایسی بدعتیں ایجاد کرتے گئے جو اصول کے موافق نہ تھیں۔ یہاں تک کہ اصل مقصد کی صورت بدل گئی۔ حق کی راہ گویا رک گئی۔ (کتاب بوذاسف و بلوھر۔ عباسی دور کے عربی ترجمہ سے اردو ترجمہ از مولوی سید عبدالغنی صاحب صفحہ 47۔48)

تیسری صدی میں بابل میں پیدا ہونے والا ایک

عالم مانی تھا۔وہ لکھتا ہے آسمانی پیغمبر ہر زمانہ میں آئے ہیں۔ نسل انسانی کی ہدایت کے لئے ایک کے بعد دوسرا ہادی برپا ہوا۔ ہند میں بدھا، ایران میں زرتشت اور مغرب میں حضرت مسیح مبعوث ہوئے۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹینکا زیر لفظ مانی ازم)

مصر کے آثار سے ناگ حمادی گاؤں کے قبرستان سے باطنی عیسائیوں کا لٹریچر ملا ہے۔ اس لٹریچر کے مطالعہ کے بعد ایک عالم لکھتا ہے:۔

"آدم اور ان کے فرزند شیث کی طرف منسوب وحی مصری دیوتا (یا ریفارمر) ہرمس کی مخفی تعلیمات اور زرتشت کے کلمات ان کے مذہبی لٹریچر کا حصہ ہیں۔

عیسائیوں کا یہ باطنی فرقہ نصرانی صحائف کے علاوہ خود کو عالمگیر آسمانی وحی کا وارث سمجھتا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مذاہب مشرق میں صداقت کا مخفی جوہر موجود ہے۔ ان مذاہب کی روایات فلاح و نجات میں ممد ہیں۔

THE SECERET SAYING OF JESUS
63 P

قدیم یونان و مصر میں ہرمس کے نام پر بیش بہا لٹریچر مرتب ہوا اس کے شہپارے

GOSPEL OF HERMES

میں جمع کر دیئے گئے شروع سے آخر تک دیکھ جائیں۔ ایک پیغمبر کی تعلیم ہے توحید، حیاۃ بعد الموت، روح کی حقیقت اور تصوف کے اعلیٰ نکات کا مرقع ہے۔ مصر میں ہرمس کو "حکمت" کا دیوتا مانا گیا۔ یونانیوں نے "سہ گوناں عظیم ہرمس" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

حضرت خواجہ مظہر جان جاناں جو دلی کے ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے ایک کشف میں کرشن کہتے ہیں کہ میں کوئی غیر نہیں آپ کا ہم مشرب ہوں۔ (ملفوظات حضرت جان جاناں صفحہ 26)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے کشفی حالت میں مجھے اس بات پر اطلاع دی ہے کہ آریہ قوم میں کرشن نامی ایک شخص جو گزرا ہے۔ وہ خدا کے برگزیدہ اور اپنے وقت کے پیغمبروں میں سے تھا"۔

فرمایا کہ:۔

"ایک بار ہم نے کرشن جی کو دیکھا۔ وہ کالے رنگ کے تھے اور پتلی ناک اور کشادہ پیشانی والے تھے۔ کرشن جی نے اٹھ کر اپنی ناک ہماری ناک سے اور اپنی پیشانی ہماری پیشانی سے ملا کر چسپاں کر دی"۔

(تذکرہ 1977ء صفحہ 380۔ 381)

(مستشرقین مغرب کیا کہتے ہیں اس کے لئے آئندہ قسط کا انتظار کریں)

درخواستِ دُعا

اسیرانِ راہِ مولیٰ عرصہ دراز سے محض للہ قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہیں نیز ان کے جملہ لواحقین محض اس وجہ سے پریشانیوں اور مشکلات میں ہیں۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے ان اسیر بھائیوں کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں اور اسیران کے جملہ عزیزان کے لیئے بھی دُعا فرمائیں کہ انہیں ان پریشانیوں اور ابتلاؤں سے جلد نجات دے۔ (قیادت خدام الاحمدیہ ضلع ساہیوال)

اسلام کا درد اپنے سینہ میں رکھنے والا ایک مُغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ

(احمد طاہر مرزا۔ ربوہ)

جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء فائنل ایئر میں کسی منظور شدہ موضوع پر ایک مقالہ لکھتے ہیں۔ زیر نظر عنوان پر مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب نے 90۔1989ء کے سیشن میں مقالہ جمع کرایا تھا۔
مکرم احمد طاہر مرزا صاحب نے اس مقالہ سے یہ مضمون مرتب کیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے 28 دسمبر 1992ء کے قادیان کے اختتامی میں خطاب جو کہ لندن سے براہ راست ساری دنیا میں ٹیلی کاسٹ ہوا اورنگزیب بادشاہ کی مذہبی رواداری کی نادر مثال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"جہاں تک مسلمان بادشاہوں کا تعلق ہے ان میں سے میں آپ کے سامنے ایک ایسے بادشاہ کی مثال پہلے آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں ہندوستان میں اور پنجاب میں رائج ہیں یعنی اورنگزیب عالمگیر۔ ان سے ایک موقع پر ان کے ایک مقرر کردہ افسر نے یہ سفارش کی کہ میرے محکمے میں دو پارسی اہم عہدوں پر فائز ہیں اور ان کا ان عہدوں پر فائز ہونا ہمارے مفادات کے خلاف ہے۔ اور یہ میرا کرنا نہیں مجھ سے پہلے ہی وہ ان عہدوں پر فائز ہوئے تھے.... چنانچہ اس افسر نے لکھا:۔

"دو پارسی سرکاری عملہ کی تنخواہ تقسیم کرنے کے کام پر ملازم ہیں..... مگر چونکہ وہ آتش پرست ہیں اس لئے ہم مسلمانوں کو ان کافروں کی سرپرستی نہیں کرنی چاہیئے"..... اب میری گزارش ہے کہ اگر حضور اجازت دیں تو دونوں پارسیوں کو برخاست کر دیا جائے..... جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے "اے ایماندارو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ"۔

جب یہ درخواست بارگاہ سلطانی میں پہنچی تو اورنگزیب عالمگیر نے اس کا جواب لکھا کہ:

"تمہاری عرضداشت پڑھی۔ واضح ہو کہ کسی مجوسی یا ہندو ملازم کو اس وجہ سے برخاست نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ قرآن کریم کی جو آیت تم نے عرضی میں لکھی ہے اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر مسلم سے قطعاً کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ تم نے ادھوری آیت لکھی ہے۔ پوری آیت یوں ہے "اے مومنین جن لوگوں نے خدا کی آیات کا انکار کیا اور جو رسول کو اور تمہیں محض اس لئے اپنے وطن سے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا رب ہے تم ایسے کافروں سے دوستی نہ کرو"۔ کیسا عظیم الشان عدل پر مبنی روشن ضمیر فیصلہ تھا۔

مختصر سوانح حیات

مغل شہنشاہ جہانگیر کا پوتا اور شاہ جہاں کا بیٹا اورنگزیب عالمگیر 24 اکتوبر 1618ء بمطابق ذیقعدہ 1027ھ کو دوہد ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ (دوہد احمد آباد اور مالوکی سرحد پر واقع ہے)۔ آپ کا پورا نام ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں باقاعدگی سے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ فن خطاطی اور سپاہ گری میں مہارت حاصل کی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں سپہ سالار مقرر ہوئے۔ 1658ء کو اپنے والد محترم شاہ جہاں کی وفات کے بعد تخت نشینی حاصل ہوئی جو 1707ء تک جاری رہی۔ کل عرصہ حکومت پچاس سال بنتا ہے۔

دفاعی خدمات

آپ نے جوانی کی عمر میں راجہ جھجھا سنگھ کو شکست دی۔ نیز آوندچھ، دھاموئی، شاہ پور اور جوڑا گڑھ کو تخت نشینی سے قبل فتح کیا۔ آپ کا پہلا منصب بطور سپہ سالار تھا۔ دوسرا بطور نائب السلطنت، تیسرا نیابت گجرات، چوتھا بلخ و بدخشاں کا مہم جو، پانچواں ملتان کی گورنری، چھٹا قندھار کا مہم جو اور ساتواں منصب دکن کی صوبیداری۔

اپنے عہد حکومت میں آپ نے آسام، چاٹگام، تبت، پونا، چکنہ، برہان پور، قلعہ سالیہ، قلعہ رام سیج، بیجا پور، گولکنڈہ، بسنت گڑھ، قلعہ پرلی، پرنالہ، چندن مندن، ہارس، قلعہ کھیلنا، کندانہ، قلعہ راج گڑھ، قلعہ تورنا اور دکن کی فتوحات حاصل کیں۔

اپنے عہد حکومت میں آپ نے مرہٹوں، جاٹوں، ست نامیوں، سکھوں، بندیلوں، افغان قبائلیوں اور راجپوتوں کی بغاوت کا بھی استیصال کیا۔

علم سے لگاؤ اور قرآن کریم سے عشق

ماثر عالمگیری صفحہ 380 پر کتاب کے مصنف محمد ساقی مستعان رقم طراز ہیں:

"قبلہ عالم کے کمالات کسبیہ کا عظیم الشان کارنامہ علوم دینیہ یعنی فقہ و تفسیر و حدیث کی تفصیل ہے۔ جہاں پناہ کو حضرت امام غزالی کی تصنیفات اور شیخ شرف الدین یحیی کے مکتوبات اور شیخ زین الدین و قطب الدین شیرازی کے رسائل سے خاص شوق تھا اور یہ کتابیں اکثر مطالعہ میں رہتی تھیں۔ حضرت کے فضائل میں سب سے اہم اور عظیم الشان امر حفظ قرآن کریم کی سعادت ہے۔ حضرت کو قرآن پاک بہت اچھا یاد تھا اور اس امر میں بے حد اہتمام فرماتے تھے کہ کلام الٰہی کو نہایت صحت کے ساتھ یاد رکھیں"۔

فن خطاطی

"قبلہ عالم خط نسخ نہایت خوبصورت تحریر فرماتے تھے اور اس کتابت پر حضرت کو خاص قدرت حاصل تھی۔ جہاں پناہ نے دو قرآن مجید اپنے قلم خاص سے تحریر فرما کر سات ہزار روپے ان کی جلد بندی اور جدول کی زیب و زینت میں صرف فرمائے اور دونوں نسخ مدینہ منورہ میں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بطور نذرانہ رکھوا دیئے۔

(ماثر عالمگیری صفحہ 389)

اورنگزیب عالمگیر انتظامی، علمی، محنتی اور دور اندیشی کے نقطہ نظر کے لحاظ سے بڑے قابل تھے۔ آپ کے عہد میں اسلامی مدارس اور نصاب تعلیم کا احیاء ہوا علوم فقہ و شریعت کو رائج کیا گیا۔ غیر مسلم رعایا کے حقوق قائم کئے اور عوام کے لئے ہر قسم کی سہولیات قائم کیں۔

عہد عالمگیری کی کتب

"دو تین کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ردشیعہ، نجم الفرقان اور فتاوی عالمگیری...... تیسری کتاب عہد عالمگیری کی سب سے اہم کتاب ہے۔ جسے ہندوستان کے حنفی علماء ہدایہ کے بعد بہترین فقہی کتاب سمجھتے ہیں۔ جہاں عالم نے یہ کتاب سینکڑوں علماء کی موجودگی میں کئی مہینوں کی محنت کے بعد مرتب کروائی۔ (رود کوثر صفحہ 454۔ 493)

اورنگزیب کی شادی

اورنگزیب کی پہلی شادی 8 مئی کو دلرس بانو بیگم سے ہوئی۔ یہ رابعہ الدورانی کے نام سے مشہور ہوئیں۔ غالباً اورنگزیب کی تخت نشینی سے پہلے ہی وفات پا گئی تھیں۔ اس کے علاوہ اورنگزیب نے اور بھی شادیاں کیں....." (بحوالہ اردو دائرہ معارف جلد نمبر 20 صفحہ 65)

اولاد

اورنگزیب کے کل دس بچے تھے جن میں سے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ محمد سلطان۔ 2۔ معظم شاہ عالم بہادر شاہ۔ 3۔ محمد اعظم شاہ۔ 4۔ محمد اکبر شاہ۔ 5۔ محمد کام بخش۔ 6۔ زیب النساء بیگم۔

7-زینت النساء بیگم-8- بدر النساء بیگم-9-زبدۃ النساء بیگم-10-مہر النساء بیگم-(از تاریخ ہندوستان جلد 8 صفحہ 554)

بادشاہ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی-اس کو خواہش تھی کہ اس کی اولاد صالح و پرہیز گار، آداب جہاں داری اور شجاعت و بہادری وغیرہ صفات حسنہ میں یکتائے زمانہ ہو اور تمام خوبیوں کی مالک ہو-اورنگزیب کی یہی خواہش اور حسن تربیت تھی کہ اس کی ایک بیٹی اور دو بیٹے حافظ قرآن تھے-

سیرت کے چند ایک واقعات

کلمہ طیبہ کی حرمت

اورنگزیب نے تخت نشین ہوتے ہی بہت سے اصلاحی اقدامات کئے-مغلیہ دور میں سکوں پر کلمہ طیبہ لکھا جاتا تھا-چونکہ سکہ پاک اور ناپاک جگہوں پر ہر قسم کے ہاتھوں میں گردش کرتا تھا اس لئے اورنگزیب نے سب سے پہلی اصلاح کلمہ کی بے حرمتی کی کی-اس نے حکم دیا کہ سکوں پر کلمہ طیبہ نہ لکھا جائے-اس کی بجائے کچھ اور کلمات سکوں پر کندہ کئے جائیں-

ملازموں کی خرید و فروخت کی ممانعت

ملازموں کی خرید و فروخت کو بھی ممنوع قرار دے دیا گیا-

موسیقی کا جنازہ

کہتے ہیں کہ ایک دن گویے اور قوال ایک شاندار جنازہ لے کر آگے پیچھے ماتم کرتے اور شور و غوغہ کرتے ہوئے درشن کے جھروکہ کے نیچے سے گزرے-بادشاہ نے جنازہ کے متعلق معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ ہم مردہ موسیقی کو دفنانے لے جا رہے ہیں-بادشاہ نے فرمایا "اسے اس طرح زمین میں دبا دو کہ پھر کبھی آواز نہ نکلنے پائے"-

ستی کی رسم

ہندوؤں میں ستی کی رسم زمانہ دراز سے رائج تھی-اورنگزیب نے 1664 میں اسے بھی ختم کردیا-

حصول ثواب کی راہ

حضرت مسیح موعود..... فرماتے ہیں:

"عالمگیر کے زمانہ میں مسجد شاہی کو آگ لگ گئی تو لوگ دوڑے دوڑے بادشاہ سلامت کے پاس پہنچے اور عرض کی کہ مسجد کو تو آگ لگ گئی ہے۔ اس خبر کو سن کر وہ فوراً سجدہ میں گرا اور شکر کیا۔ حاشیہ نشینوں نے تعجب سے پوچھا کہ حضور سلامت یہ کون سا وقت شکر گذاری کا ہے کہ خانہ خدا کو آگ لگ گئی اور مسلمانوں کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ تو بادشاہ نے کہا کہ میں مدت سے سوچتا تھا اور آہ سرد بھرتا تھا کہ اتنی عظیم الشان مسجد جو بنی ہے اور اس عمارت کے ذریعہ سے بڑا بھا مخلوقات کو فائدہ پہنچتا ہے کاش کوئی ایسی تجویز ہوتی کہ اس کار خیر میں کوئی میرا بھی حصہ ہوتا لیکن چاروں طرف سے میں اس کو مکمل اور بے نقص دیکھتا تھا کہ مجھے کچھ سوجھ نہ سکتا تھا کہ اس میں میرا ثواب کس طرح ہو جاوے۔ سو آج خدا نے میرے واسطے حصول ثواب کی ایک راہ نکال دی۔ "واللہ سمیع علیم"۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد نمبر 5 صفحہ 480 نیا ایڈیشن)

اورنگزیب کے بارہ میں آراء

مجدد

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"اورنگزیب کو حضرت مسیح موعود..... مجدد کہا کرتے تھے اور بیسیوں دفعہ آپ نے اسے مجدد کہا۔ حضرت خلیفہ المسیح الاول کا خیال تھا کہ اکبر مجدد ہے مگر حضرت مسیح موعود..... کے سامنے جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا "ہم اکبر کو اچھا نہیں سمجھتے البتہ اورنگزیب کو مجدد سمجھتے ہیں لیکن اورنگزیب کی شکل تاریخوں میں نہایت ہی تاریک دکھائی گئی ہے حالانکہ تاریخی طور پر ہی اس کی بیسیوں نیکیاں ثابت ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اورنگزیب مجدد تھا تو اس نے دینی بادشاہت میں فلاں فلاں غلطیاں کیوں کیں تو یہ بے وقوفی ہے۔ وہ مجددیت اس قسم کی نہ تھی جو ماموریں کو حاصل ہوتی ہے بلکہ عام رنگ کی مجددیت تھی۔ وہ اسلام کا درد اپنے سینہ میں رکھتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے دین کا خاص رنگ میں کام لے رہا ہے۔ پھر ہر مجدد مبعوث نہیں ہوتا اور نہ مجدد معمولی غلطیوں سے پاک ہوتا ہے۔ مبعوث ماموریں ہوتے

ہیں اور وہ بھی ان غلطیوں سے پاک ہوتے ہیں جن کا دین اور شریعت اخلاق فاضلہ سے تعلق ہو۔ بشری کمزوریاں ان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ حدیثوں میں جو آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث کیا کرے گا اس سے کئی قسم کے مجدد مراد ہیں۔ بعض مذہبی مجدد ہوتے ہیں بعض سیاسی مجدد ہوتے ہیں اور بعض علمی مجدد ہوتے ہیں۔ جو سیاسی مجدد ہوں وہ سیاسی لحاظ سے اسلام کو غالب کیا کرتے ہیں اور ان کی زندگیاں نیک بادشاہ کے طور پر دیکھی جاتی ہیں نہ کہ پیر کے طور پر اور غلطیاں نیک بادشاہ سے بھی ہو سکتی ہیں"۔ (رپورٹ مجلس مشاورت مارچ 1937ء صفحہ 55۔ 154)

متفرق اقوال

"اورنگزیب ہی ایک ایسا شخص تھا جو اسلامی سیرت کا بہترین نمونہ تھا"۔ (علامہ اقبال)

"اس کے ہاں بکری اور شیر ایک گھاٹ سے پانی پیتے تھے"۔ (رشید اختر ندوی)

"وہ چوبیس گھنٹوں میں صرف تین گھنٹے سوتا تھا" (عبدالرسول)

"جس طرح اورنگزیب سلطنت، زیر قدم رکھتا تھا اسی طرح کشور سخن بھی زیر قلم"۔ (مولانا آزاد)

"اورنگزیب کے بدن میں بجائے پٹھوں کے فولاد کے تار تھے۔ صرف اورنگزیب کی شجاعت تھی جس نے ایک ہزار کو ایک لاکھ پر فتح دی"۔ (لین پول)

"وہ اپنے بھید کو چھپانے پر قادر تھا"۔ (ڈاکٹر برنیر)

"اس کے عہد کی یہ مخصوص بات ہے کہ وہ جس قدر رعایا کی اصلی حالت کی خبر رکھتا تھا اور ان کی آسائش و آرام کا انتظام کرتا تھا۔ کسی سلطنت میں اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے"۔ (شبلی نعمانی)

ان کی وفات 28 ذیقعد 1118ء کو ہوئی۔ آپ کو دولت آباد میں دفن کیا گیا۔

واقفین نو اور تحمل مزاجی

حضور نے فرمایا:۔

''ہمیں ایسے واقفین چاہئیں جن کو شروع ہی سے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی عادت ہونی چاہیئے، جن کو اپنے سے کم علم کو حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیئے، جن کو یہ حوصلہ ہو کہ وہ مخالفانہ بات سنیں اور تحمل کا ثبوت دیں۔ جب ان سے کوئی بات پوچھی جائے تو تحمل کا ایک یہ بھی تقاضا ہے کہ ایک دم منہ سے کوئی بات نہ نکالیں بلکہ کچھ غور کرکے جواب دیں۔ یہ ساری ایسی باتیں ہیں جو بچپن ہی سے طبیعتوں میں اور عادتوں میں رائج کرنی پڑتی ہیں۔

HOMEO COURSES ہومیوپیتھک کورسز

INTERNATIONAL NAME	قیمت	اردو نام
ASTHMA COURSE	65.00	دمہ کورس
BODY BUILDING COURSE	100.00	باڈی بلڈنگ کورس
DIABETES COURSE	80.00	شوگر کورس
DWARFISHNESS COURSE	100.00	چھوٹا قد کورس
EYESIGHT COURSE	85.00	کمزوری نظر کورس
HYPERTENTION COURSE	180.00	ہائی بلڈ پریشر کورس
KIDNEY STONE COURSE	185.00	پتھری گردہ کورس
LEUCODERMA COURSE	100.00	پھلبہری کورس
MYOPIA COURSE	85.00	کمزوری نظر دور کورس
OBESITY COURSE	100.00	موٹاپا کورس
PILES COURSE	45.00	بواسیر کورس
STERILITY COURSE	100.00	بانجھ پن کورس
T. B. COURSE	50.00	تپدق کورس

اِن کے علاوہ ۷۶ کیوریٹو ہومیوپیتھک کورسز کا رسالہ ۲ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر براہ راست منگوا سکتے ہیں۔

سٹاکسٹ :۔

صدر کراچی : صدر میڈیکل سٹور بالمقابل ایمپرس مارکیٹ

کنری : بلال میڈیکل سٹور۔

ملتان : ہومیو ڈاکٹر الطاف حسین۔ صدر بازار۔

فیصل آباد : کریم میڈیکل ہال گول امین پور بازار۔

لاہور : شیراز میڈیکل سٹور بوہڑ والا چوک نزد ریلوے سٹیشن۔

کیوریٹو سٹور۔ اچھرہ شاپنگ سنٹر بالمقابل پوسٹ آفس۔

گوجرانوالہ : حافظ ہومیوپیتھک سٹور سیالکوٹ روڈ اور ہیڈ برج

سیالکوٹ : ڈان ڈرگ ہاؤس۔ ریلوے روڈ۔

حویلیاں : ہومیو ڈاکٹر عبدالرشید تسلیم ڈاکخانہ روڈ حویلیاں۔

واہ کینٹ : طیبؒ ہومیوپیتھک کلینک۔ انوار چوک۔

بہاولپور : طارق ہومیو میڈیسن کمپنی۔ شاہدرہ بہاولپور۔

میاں چنوں : محمد رفیق ہومیو سٹور نشتر روڈ۔

کوئٹہ : ہومیو ڈاکٹر منیر الحسن۔ غلام نبی روڈ۔

پشاور : الشفاء ہومیو سٹور۔ سکندر پورہ

شعیب کارپوریشن کیمسٹ۔ ہسپتال روڈ۔

گجرات : شاہین ہومیوپیتھک سٹور۔ فیصل گیٹ

شیخوپورہ : لاثانی میڈیکل سٹور سرگودھا روڈ۔

ساہیوال : خان ہومیو کلینک۔ نزد ٹی بی ہسپتال

راولپنڈی : جرمن ہومیو لیبارٹریز۔ بوہڑ بازار

حیدر آباد : روبی میڈیکل سٹور چھوٹی گھٹی

کیوریٹو میڈیسن کمپنی (ڈاکٹر راجہ ہومیو) رجسٹرڈ ربوہ پاکستان۔ فون 471 / 606

اظہارِ تعزیت

نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ مکرم مبارک احمد صاحب خالد مینیجر و پبلشر خالد و تشحیذ الاذہان کے والد بزرگوار مکرم چوہدری سراج دین صاحب مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۹۳ء کو دل کا دورہ پڑنے سے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم قادیان کے قریبی گاؤں "بھٹیاں" کے رہنے والے تھے اور خاندان میں اکیلے احمدی تھے اور خدا کے فضل سے آپ ساری عمر خاندان کی مخالفت کے باوجود احمدیت پر ڈٹے رہے اور اپنے خاندان کے ساتھ حسن سلوک اور دین کی خاطر قربانی کے معاملہ میں نیک نمونہ ثابت ہوئے۔ مرحوم نہائی خوش اخلاق اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے اور پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی انتہائی التزام و اہتمام سے فرماتے تھے۔ آخری عمر تک آنکھوں کے آپریشن اور بینائی کی کمزوری کے باوجود بیت الذکر میں جا کر نماز ادا کرتے تھے۔

مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ۵ بیٹے اور ۵ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں جن میں ایک بیٹے اور ایک بیٹی کے علاوہ خدا کے فضل سے سب شادی شدہ ہیں۔ آپ کی نمازِ جنازہ محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے ۲۷ فروری کو بعد نمازِ عصر بیت اقبال کی شرقی سمت پڑھائی اور قبرستان میں قبر تیار ہونے پر مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب بھامڑی صدر محلہ دار النصر غربی نے دعا کرائی۔

دعا ہے کہ خدائے غفور رحیم مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل سے نوازے۔ آمین

(مدیر خالد - ربوہ)

کیا آج آپ نے

- پانچ وقت کی نماز "بیت الذکر" میں ادا کی؟
- کلام پاک کی تلاوت کی؟
- دعوت الی اللہ کا کوئی کام کیا؟
- خدمت خلق کا کوئی کام کیا؟
- مجلس کا کوئی کام کیا؟
- حضرت مسیح موعود کی کسی کتاب کا مطالعہ کیا؟
- "الفضل" یا جماعتی رسائل کا مطالعہ کیا؟

شہر رمضان الذی انزل فیه القرآن

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"یہی ایک فقرہ ہے جس سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے صوفیا نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوۃ ترکیہ نفس کرتی ہے اور صوم (روزہ) تجلی قلب کرتا ہے......اور تجلی قلب سے یہ مراد ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لیوے"۔ (البدر ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

ہائیکنگ
دوسری قسط

موسیٰ کا مصلّیٰ

سیرن ویلی، منور گلی اور جھیل سیف الملوک کے خوبصورت نظارے

(مکرم حافظ راشد جاوید صاحب۔ ربوہ)

موسیٰ کے مصلہ سے شہڑاں جانا ہو تو مصلہ سے آگے یک دم اترائی آجاتی ہے جو کافی مشکلات کا سبب بنتی ہے۔ اور کچھ حصہ بالکل خشک اور پتھریلے پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ بہر حال گرتے پڑتے چلتے گئے اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہمیں پہلا آدمی ملا۔ اس نے ہمیں چائے پلائی اور ہم نے بھی اس کی کچھ خدمت کی۔ یہ مصلہ سے اترتے وقت پہلی آبادی تھی جو صرف دو گھرانوں پر مشتمل تھی۔ اس کا نام "فلاتی ڈنہ" ہے۔ وہاں سے اس نے ہمیں کچھ گائیڈ کیا۔ ابھی ہم کچھ دور ہی چلے تھے کہ اچانک ایسی وادی میں پہنچ گئے جس کا تصور آج بھی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ وہ وادی کیا تھی بس جنت کا ایک ٹکڑا کہیئے۔ تاحد نگاہ مخملی فرش کی طرح پہاڑوں پر بچھا ہوا سبزہ، آسمان سے باتیں کرتے لمبے لمبے درخت اور ان درختوں سے اٹھکیلیاں کرتی ہوا، فضا میں پھولوں کی مہک، آبشاروں کی جل ترنگ یہ جگہ قدرت کا وہ شاہکار تھی جس کے آگے سوئٹزرلینڈ کے سبزہ زار اور گرین لینڈ کے مرغزار بھی ہیچ ہیں۔ کیونکہ ان کے بناؤ سنگھار میں تو کچھ نہ کچھ انسانی ہاتھ کا دخل ہے مگر یہ وہ جگہ تھی جو حضرت انسان کی بکثرت آمد سے محروم تھی اس لئے اپنے دامن میں دلوں کو موہ لینے والے قدرتی حسن کو سمیٹے ہوئے تھی۔ ہم بہت تھکے ہوئے تھے مگر یہ جگہ کچھ ایسی خوبصورت تھی کہ بے اختیار رک کر فوٹوگرافی شروع کر دی۔ ہم اس بات سے بے خبر ہوگئے کہ رات ہم شہڑاں بھی پہنچ سکیں گے یا نہیں۔ کچھ دیر بعد چند آدمی مل گئے جنہوں نے بتایا کہ اب آپ شہڑاں نہیں پہنچ سکتے کیونکہ آگے گھنا جنگل ہے اور آدھے گھنٹے بعد وہاں پر ہر طرف تاریکی کی حکمرانی ہوگی لیکن ہمارا جذبہ اور ولولہ ہمیں مجبور کر رہا تھا کہ آج ہی شہڑاں پہنچ جائیں۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ پروگرام کے مطابق آج ہمیں ضرور کسی سڑک پر ہونا چاہیئے تھا کیونکہ ہمارے پاس خوراک بھی کم تھی۔ لیکن ہماری قسمت، ابھی جنگل میں

آدھے گھنٹے کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ ٹریک ہمارا ساتھ چھوڑ گیا۔ دن کی روشنی بے وفائی کر گئی اور رات کی تاریکی ہمارا منہ چڑانے لگی۔ ہم بے یار و مددگار گھنے جنگل میں "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" کے مصداق کھڑے تھے۔ بہر حال ٹارچیں نکال لیں اور ٹریک تلاش کرنے کی سر توڑ کوشش کی مگر ناکام رہے۔ جس جگہ پر کھڑے تھے وہاں کیمپ بھی نہیں لگ سکتا تھا۔ بہر حال بہت دور نیچے سے دریا کا شور سنائی دے رہا تھا۔ چونکہ ہمارے پاس پانی بھی بالکل ختم ہو چکا تھا اور کھانا بھی زیادہ نہیں تھا۔ گو کھانے کے بغیر تو رات گزر سکتی تھی مگر پانی کے بغیر ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ اس لئے گھسٹتے ہوئے اندھیرے میں نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگے۔ اندھیرا اتنا تھا کہ اگر یکدم کھائی آجاتی تو شاید ہماری تعداد میں کچھ فرق آجاتا لیکن خدا نے خود حفاظت کی بلکہ کچھ نیچے اتر کر دیکھا تو ایک ٹریک مل گیا۔ وقتی طور پر بہت خوشی ہوئی اور ایک طرف چل پڑے۔ واہ رے قسمت وہ ٹریک بھی کچھ آگے جا کر گھنی جھاڑیوں میں گم ہو گیا۔ بہر حال اب رات کے ساڑھے آٹھ اور ہمارے بارہ بج رہے تھے۔ کیونکہ اس قدر گھنا جنگل تھا کہ خدا کی پناہ۔ پھر مستقل بندروں کی چیخیں ماحول کو خوفناک بنا رہی تھیں جو شاید ہمارا مذاق اڑا رہے تھے۔

بہر حال دل کو کچھ تسلی دی اور اس ٹریک پر واپس چل پڑے۔ چند قدم واپسی پر ایک ٹوٹا پھوٹا چھپر مل گیا۔ اس چھپر میں رات بسر کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اب سب سے بڑا مسئلہ پانی کا تھا۔ پانچ آدمی چھپر میں بیٹھے اور چار ٹارچیں لے کر پانی کی تلاش میں نکلے لیکن چہروں پر سوائے مایوسی کے کچھ نہ تھا۔ ابھی پندرہ منٹ چلے ہوں گے کہ ہم میں سے ایک ممبر کے منہ سے نکلا کاش یہاں پر پانی کا چشمہ نکل آئے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہر مشکل وقت میں خدا اپنے بندوں کی ضرور مدد کرتا ہے۔ اس کے منہ سے یہ فقرہ نکلنے کے صرف پانچ منٹ بعد ایسے لگا کہ جیسے چشمے کے بہنے کی آواز آرہی ہو۔ غور سے سنا تو واقعی پانی کے گرنے کی آواز تھی۔ زبانیں بے اختیار خدا کی حمد کے ترانے گانے لگیں اور دل سجدات شکر بجا لائے۔ صرف دس منٹ کے بعد ہمیں پانی مل گیا۔ خوب سیر ہو کر پیا اور باقی ساتھیوں کے لئے بوتلیں بھریں اور جیسے تیسے اس خوفناک جنگل میں رات بسر کی۔ صبح اٹھ کر اندازے سے ایک طرف چل پڑے اور کچھ آگے جا کر ایک ٹریک مل گیا مگر جلد ہی ساتھ چھوڑ گیا۔ بہر حال گرتے پڑتے نیچے دریا تک پہنچے مگر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ہم پھر ایک تنگ سی وادی میں گھر چکے تھے۔ وہاں پر نہ بندہ نہ بندے کی ذات۔ رات کے بھوکے، بہر حال اس دریا پر دو لکڑیاں رکھیں نظر آئیں۔ فیصلہ ہوا کہ جیسے بھی ہو ان پر سے گزر کر جو سامنے پہاڑ آتا ہے اس کی چوٹی پر پہنچا جائے۔ شاید وہاں سے کوئی آبادی نظر آ جائے۔ کچھ صدقہ دے کر اس خطرناک پل پر سے گزرے۔ بغیر راستہ کے سامنے جو پہاڑ آیا اس پر چڑھنا شروع کر دیا۔ ایک گھنٹے کے بعد ایک ویران گھر ملا جس کے باہر آلو لگے ہوئے تھے۔

اکثریت کا خیال تھا کہ یہاں ٹھہرا جائے۔ آلو اور آلوؤں کے پتے پکائیں جائیں مگر تھکن سے بے حال ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمیں ایک آدمی مل گیا۔

اتنی دیر بعد کسی انسان کی شکل دیکھی تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ دوسری خوشی اس وقت پہنچی جب اس نے بتایا کہ یہاں سے صرف آدھے گھنٹے کے راستے پر شڑاں کا بنگلہ موجود ہے۔ شڑاں پہنچے۔ سب سے پہلے نمازیں ادا کیں۔ پھر رہائش کا بندوبست کیا اور رات کو خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اور صبح پیدل پہنچے۔ وہاں سے بس پر ناران پہنچ گئے۔ رات ناران کی سیر کی۔ صبح آٹھ بجے وہاں سے جیپوں میں سیف الملوک پہنچے۔

منور گلی

اب ہمارا پروگرام "منور گلی" جانے کا تھا لیکن راستہ بھولنے سے اس قدر ڈر چکے تھے کہ پانچ سو روپے میں فردوس نامی گائیڈ ساتھ لیا اور دس بجے سیف الملوک جھیل کے حسین مناظر کو اپنے پیچھے چھوڑتے ہوئے آگے روانہ ہوئے۔ سیف الملوک جھیل ۱۰۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ اس کو کراس کر کے اس کے پانیوں کے منبعوں پر سے اور "ملکہ پربت" کے پہلو سے گزرتے ہوئے "کچ گاؤں" پہنچ گئے۔ وہاں پر مقامی لوگوں نے ہمیں چائے پلائی۔ سیف الملوک سے کچ گاؤں کا فاصلہ تقریباً چار کلومیٹر ہے۔ یہ تقریباً ہموار راستہ ہے۔ اور ان ندی نالوں سے اٹا پڑا ہے جو سیف الملوک میں جا گرتے ہیں۔ یہاں پر درخت نہیں ہیں لیکن زمین پر بہت خوبصورت گھاس اگی ہوئی ہے۔ اور پیچھے مڑ کر دیکھیں تو سیف الملوک جھیل کا خوبصورت منظر نظر آتا ہے۔ بہرحال یہ جگہ بھی قدرت کے حسین شاہکاروں میں سے تھی۔ کچ گاؤں سے ایک راستہ منور گلی کی طرف جاتا ہے اور یہاں سے ایک راستہ پہاڑ پر سے ہوتا ہوا کشمیر میں جا نکلتا ہے اور یہاں سے "اٹھمقام" صرف دو دن کے ٹریک پر ہے۔ کچ گاؤں سے منور کی چوٹی تین کلومیٹر دور ہے۔ یہ مستقل چڑھائی ہے۔ اور زیادہ سفر برف پر طے کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کچھ مشکل ہے۔ لیکن سورج جب اپنی سیمابی کرنیں اس برف پر بکھیرتا ہے تو چاندنی کی مانند چمکتی ہوئی سفید برف بہت خوبصورت نظارہ پیش کرتی ہے۔ ہم ان نظاروں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

دو بجے کے قریب منور پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ یہ چوٹی تقریباً چودہ ہزار فٹ بلند ہے۔ اس سے نیچے اترے تو برف سے ڈھکی ہوئی منور جھیل بہت خوبصورت منظر پیش کر رہی تھی۔ منور چوٹی سے آگے تین کلومیٹر دور "پیراں دا کٹھ" ہے۔ فردوس ہمارے ساتھ تھا جو ہمیں شارٹ کٹ کے ذریعے بعض ایسے راستوں پر سے لے کر گزرا کہ پاؤں کی ذرا سی لغزش ہمیں فردوس کی ہمراہی سے نکال کر جنت الفردوس میں پہنچا سکتی تھی۔ بہرحال فردوس کا ہم نے خوب ساتھ دیا اور رات ہونے سے پہلے ایک آبادی "بھنیار" میں جا پہنچے۔ یہاں سے بنگلہ ایک گھنٹہ کے فاصلہ پر تھا۔

چونکہ رات ہو رہی تھی اس لئے اس آبادی میں رات ٹھہرے۔ صبح یہاں سے منور بنگلہ پہنچے۔ منور بنگلہ بھی شڑاں کی طرح اونچے اونچے پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ اس کے پہلو سے شور مچاتا ہوا ایک نالہ گزرتا ہے اور ارد گرد خوبصورت گھاس کا وسیع میدان ہے۔ یہاں پر ہم نے کچھ دیر فوٹو گرافی کی۔ یہ بنگلہ ۸۵۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ بنگلہ سے آگے تین کلومیٹر دور "سیری" جگہ آتی ہے۔ یہاں سے عموماً جیپیں مل جاتی ہیں۔ چنانچہ یہاں سے ہمیں بھی جیپ مل گئی۔ سیری کے بعد "بیلہ" جگہ آتی ہے جو سیری سے ۵ کلومیٹر دور واقع ہے۔ بیلہ سطح سمندر سے ۶۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ اس کے بعد مانڈری کا مشہور قصبہ آتا ہے۔ ہم صبح سات بجے کے چلے ہوئے صبح گیارہ بجے "مانڈری" پہنچ گئے۔ وہاں سے براستہ پنڈی بخیریت گھر واپس آئے۔ واپس آکر ربوہ کی ہموار سڑکیں عجیب عجیب سی لگیں۔ البتہ حضرت مصلح موعود کے اس منظوم کا کلام لطف اب دوبالا ہوا جس میں آپ فرماتے ہیں

بھولیو مت کہ نزاکت ہے نصیب نسواں
مرد وہ ہے جو جفاکش ہو گل اندام نہ ہو

آخر پر خاکسار اپنے ان ممبران کا ضرور ذکر کرنا چاہتا ہے جنہوں نے بہت سے نامساعد حالات کے باوجود اور پہلی بار ہائیکنگ پر جانے کے باوجود بہت ہمت سے ٹرپ مکمل کیا۔ ہمارا یہ گروپ ۹ افراد پر مشتمل تھا۔

(۱) منصور احمد صاحب (خزانچی)۔ (۲) حافظ محمد اقبال صاحب۔ (۳) حافظ راشد جاوید (امیر قافلہ)۔ (۴) خلیل احمد صاحب۔ (۵) مرزا راشد بشیر صاحب۔ (۶) آفتاب احمد صاحب۔ (۷) عطاء القدیر صاحب۔ (۸) محمد احمد صاحب نعیم۔ (۹) عمران احمد صاحب

نیز آخر پر مکرم چوہدری محمد علی صاحب صدر ہائیکنگ مجلس صحت، مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی صدر کلب اور مکرم طاہر عمران خان صاحب آف ناران کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ ہر طرح کا تعاون کیا۔ اللہ سب کو جزائے خیر دے۔ آمین

قابل تقلید مجلس

حضرت مصلح موعود کا ارشاد ہے کہ:۔
"خدام الاحمدیہ کوشش کرے کہ کوئی نوجوان بھی ایسا نہ رہے جس نے تحریک جدید میں حصہ نہ لیا ہو"۔

قائد صاحب ضلع لاہور کی رپورٹ کے مطابق ضلع لاہور کی کل 36 مجالس کے 2712 خدام کے نام فہرست تجنید میں درج ہیں اور خدا کے فضل سے 100 فی صد خدام تحریک جدید کی بابرکت تحریک میں شامل ہو کر اس مالی جہاد میں حصہ لے رہے ہیں۔

ادارہ خالد قائد صاحب ضلع، قائدین مجالس اور ناظمین تحریک جدید کو مبارک باد دیتا ہے۔ خدا کرے کہ ہر جگہ 100 فی صد خدام اس تحریک میں حصہ لیں۔ آمین

تقریبِ سعید

۱۔ مکرمہ عائشہ صدیقہ صاحبہ بنت مکرم مبارک احمد صاحب خالدؔ مینیجر و پبلشر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان کی تقریب رخصتانہ بہمراہ مکرم بشارت احمد صاحب خالد ابن مکرم حکیم علی حسن صاحب چک ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا مورخہ ۱۸ر فروری ۱۹۹۳ء کو منعقد ہوئی۔
(ان کے نکاح کا اعلان مؤرخہ ۱۲ر جون ۹۲ء کو بیت الاقبال میں محترم مولوی محمد ابراہیم صاحب بھامڑی صدر محلہ دارالنصر غربی ربوہ نے بعوض پچیس ہزار روپے حق مہر کیا تھا)

۲۔ اسی طرح ان کی دوسری صاحبزادی مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ کی شادی بہمراہ مکرم سعید احمد صاحب طاہر ابن مکرم چوہدری غلام محمد صاحب چک ۳۲ ایس۔پی تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ بھی مورخہ ۱۸ر فروری ۱۹۹۳ء کو انجام پائی۔ اسی روز محترم مولانا نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر روزنامہ الفضل نے پچیس ہزار روپے حق مہر کے عوض عزیزہ مکرمہ کے نکاح کا اعلان فرمایا۔
تقریب رخصتانہ ڈھائی بجے بعد دوپہر منعقد ہوئی۔ جس میں کثیر تعداد میں احباب جماعت اور بزرگانِ سلسلہ نے شرکت فرمائی۔ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیلِ اعلیٰ تحریک جدید نے اِن ہر دو رشتوں کے بابرکت ہونے کے لیئے دعا کرائی۔
احباب جماعت سے اِن رشتوں کے بابرکت اور مثمر بثمراتِ حسنہ ہونے کے لیئے درخواستِ دعا ہے۔

ادارہ خالد اِس تقریبِ سعید پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔

(مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

قارئینِ "خالد" کو عیدِ مبارک

Monthly **Khalid** Rabwah

Editor. SAYYED MUBASHIR AHMAD AYAAZ

REGD. NO. L. 5830 MARCH 93